جماعت احمدیہ کا مسلم آرگن جسے ۱۹۱۳ء میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے جاری فرمایا

نمبر ۱۲ مورخہ ۱۰ اگست ۱۹۲۶ء یوم سہ شنبہ مطابق ۳۰ محرم الحرام ۱۳۴۵ھ

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ ڈلہوزی میں

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز دارالامان سے بخیر روانہ ہو کر قریباً ڈھائی بجے ۳۰ جولائی کو بخیریت ڈلہوزی پہنچے۔ موٹر کے ٹھہرنے کی جگہ اور جائے رہائش کے درمیان اڑھائی تین میل کا فاصلہ تھا اور راستہ چڑھائی کا۔ حضور پیدل مکان تک تشریف لے گئے۔ (۳۱ جولائی) طبیعت اچھی رہی۔ گلے کے درد کی تکلیف بیان فرمائی۔ جس کیلئے دوائی لگائی گئی۔ انگلی کی درد اور ورم بہت کم ہے۔ (یکم اگست) سردرد کی شکایت تھی۔ عام طبیعت اچھی ہے۔ فرماتے ہیں کہ گھر پر صرف ایک پھلکا کھا سکتا تھا۔ یہاں آکر دو کھانے لگ گیا ہوں۔ (۲ اگست) طبیعت اچھی ہے (۳ اگست) طبیعت اچھی ہے۔ آج ترجمہ قرآن کریم کا کام شروع کر دیا ہے۔ (۴ اگست) صبح سردرد کی شکایت تھی۔ (۵ اگست) بوقت صبح بیداری کچھ وقت سردرد تھا۔ آج حضور کالاٹوپ کی سیر کے لئے مع اہل و عیال اور حضرت ام المومنین کے تشریف لے گئے۔ کالاٹوپ ایک پہاڑی گھنا جنگل ہے۔ جہاں سبزہ زار اور پھول بہت ہیں۔ ایک جگہ ریاست چنبہ کا سرکاری بنگلہ بنا ہوا ہے۔ جس کے قریب ایک چشمہ ہے جس کا پانی نہایت سرد اور ہاضم ہے۔ یہ جنگل ہماری جائے رہائش سے پانچ چھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ حضور پیدل تھے۔ اور مستورات کے لئے ڈانڈیاں تھیں۔ حضور قریباً تمام راستہ پیدل گئے۔ اور پیدل واپس تشریف لائے۔ طبیعت بشاش رہی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

حضرت ام المومنین کو دس دن اسہال سے تکلیف رہی۔ آج ۷ اگست آرام ہے۔ تمام اہل بیت میں خیریت ہے۔

خاکسار حشمت اللہ از ڈلہوزی

مدینۃ المسیح

خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں خیر و عافیت ہے۔

مولوی عبدالرحیم صاحب نیر اپنے تبلیغی سفر سے واپس آگئے ہیں۔

حافظ روشن علی صاحب براستہ جموں ایک ماہ کے لئے کشمیر اور قاضی محمد عبد اللہ صاحب ہیڈ ماسٹر منصوری تشریف لے گئے۔

مولوی غلام رسول صاحب راجیکی علاقہ قصور میں تبلیغ کے لئے بھیجے گئے۔

فہرست مضامین

اخبار احمدیہ

سماٹرا میں تبلیغ احمدیت

اگرچہ علماء نے فتویٰ دیدیا ہے کہ احمدیوں کی کتب مضامین نہ پڑھے جائیں۔ ان کی باتیں نہ سُنی جائیں۔ اور حق پر پردہ ڈالنے کی ہر ممکن کوشش ان کی طرف سے ہو رہی ہے۔ لیکن سلسلہ خدا تعالیٰ کے فضل سے دن بدن ترقی پر ہے۔ اور اب تک ۲۰۰ دو سَو کے قریب احمدی مختلف علاقہ جات میں پیدا ہو گئے ہیں۔ ان میں سے بعض تبلیغ احمدیت کا جوش رکھتے ہیں۔ بعض سلسلہ کے متعلق اخباروں میں مضامین دے رہے ہیں۔ اس ہفتہ میں چند علماء سے ملا۔ اور ان سے گفتگو ہوئی۔ جب وہ دلائل نہ دے سکے تو گالیوں پر اُتر آئے۔ ان کی اس بے بسی کو دیکھ کر بعض سعید فطرت حیران ہیں۔ کہ ہمارے علماء کیوں صحیح جواب نہیں دیتے۔ ایک عیسائی سے بھی گفتگو ہوئی۔ جب وہ جواب نہ دے سکا۔ اور سخت شرمندہ ہوا۔ تو کہنے لگا۔ تم تو مسلمان بھی نہیں ہو۔ کیونکہ تمام اہل اسلام نے تم پر کفر کا فتویٰ دیدیا ہے۔ لیکن اسوقت مسلمانوں پر میرے جوابات کا اثر تھا۔ سب کہنے لگے۔ نہیں۔ یہ اہل اسلام سے ہے۔ جب وہ مشنری عیسائی چلا گیا۔ تو میں نے مسلمانوں سے کہا کہ دیکھو کس کس طرح اسلام کی نورانیت کو یہ لوگ مٹانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کیا اب بھی وقت نہیں کہ تم سب متفق طور سے اسلام کی خدمت کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ اور مسیح موعودؑ کی غلامی میں داخل ہو جاؤ۔ کیونکہ احمدیوں کے سوا کوئی ان کو جواب نہیں دے سکتا۔ احباب دعا فرمائیں کہ خدا تعالیٰ اس ملک کے لوگوں کے سینے حق کے قبول کرنے کے لئے کھولدے۔ آمین

رحمت علی از پڈانگ

علاقہ سندھ میں تبلیغ

گذشتہ سال جو غیر احمدی ہماری بات سُننا کفر سمجھتے تھے۔ اور جن کے ٹکار پوری مولویوں نے یہاں تک کہدیا تھا کہ لوگ آریہ بن جائیں تو بہتر ہے۔ مگر قادیانی (احمدی) نہ بنیں (نعوذ باللہ من ذٰلک) کیونکہ آریہ اگر کافر ہیں۔ تو قادیانی کافر گر۔ آج بفضلہ تعالیٰ ان میں سے بعض نے اپنے غیر احمدی مولویوں کو آریوں کے مقابلہ میں عاجز سمجھ کر اس ماہ کے اوائل میں خاکسار سے درخواست کی کہ آپ ہماری گاؤں میں ایک دو تقریریں آریہ مذہب کے متعلق کریں۔ اس درخواست کو قبول کر لیا گیا۔ اور خاکسار نے ان کے گاؤں میں جاکر "اللہ تعالیٰ اور ایشور کا تقابل قرآن شریف اور وید سے" پر تقریر کی۔ اس میں خاکسار نے ایشور کا چوری کرنا۔ سوم رس پینا۔ نیند آنا۔ بے علم ہونا۔ دکھ سکھ سہنا وغیرہ ان کی ہی کتب یجر وید رگوید ستیارتھ پرکاش وغیرہ سے ثابت کیا۔ اور یہ بھی بتلایا کہ آریہ لوگ خدا تعالیٰ کو اعلیٰ امثال میں پیش نہیں کر سکتے۔ جب مثال دینگے۔ تو جولاہے اور گنگو کی۔ بادشاہ وغیرہ کی نہیں دے سکتے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کو آریہ لوگ مختار کل اور خالق کل نہیں مانتے۔ مگر قرآن شریف ایسی اعلیٰ مثالوں سے خدا تعالیٰ کو پیش کرتا ہے۔ جس سے انسانی قلب اس محسن اور مقتدر خدا تعالیٰ کی عظمت اپنے اندر لیکر اسکی اطاعت کے لئے متوجہ ہو جاتا ہے مثلاً مالک الملک۔ فعال لما یرید۔ بدیع السمٰوات والارض وغیرہ۔

پھر وید خدا تعالیٰ کو رُوح اور مادہ کا خالق نہیں مانتا۔ اور اسپر دلیل بھی نہیں دیتا۔ مگر قرآن شریف رُوح۔ مادہ کے مخلوق ہونے کے دلائل بھی دیتا ہے۔ جیسے یسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی اس دلیل وما اوتیتم من العلم الا قلیلا اور قل اللہ خالق کل شئی یہ ھو الواحد القھار دلیل بیان فرمائی۔

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کا پتہ

جو احباب کرام حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت اقدس میں عریضہ لکھنا چاہیں۔ وہ تا اطلاع ثانی حسب ذیل پتہ پر لکھا کریں۔

"پورٹ لینڈ ہال۔ ڈلہوزی۔ ضلع گورداسپور"

قادیان کے پتہ پر خط لکھنے سے حضور کو دیر سے خط پہنچتا ہے۔ اس لئے براہ راست مندرجہ بالا پتہ پر لکھنا چاہیئے ۔

غرض یہ تقریر ایک بڑے مجمع میں ہوتی رہی۔ جس میں علاوہ مسلمانوں کے ہندو۔ سناتنی و آریہ بھی تھے ۔ خاکسار بقاپوری۔ امیر تبلیغ۔ سندھ ۔

کراچی میں مولوی غلام رسول صاحب کی تبلیغی مساعی

تمام ممبران جماعت احمدیہ کراچی اعلیٰ حضرت سیدنا خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ کہ آپ نے از راہ ذرہ نوازی مولانا راجیکی کو ایک مہینہ کے واسطے کراچی روانہ فرمایا تھا۔ مگر پھر جماعت کی درخواستوں کو شرف منظوری عطا فرماتے ہوئے چار مہینہ تک مقیم رہنے کی اجازت عطا فرمائی۔ جن کی سعی سے حضرت احمد نبی اللہ کا پیغام کراچی الحمد للہ کراچی میں اچھی طرح پہنچا۔ اور تبلیغ سلسلہ کھلے طور پر ہوئی اب سلسلہ عالیہ احمدیہ کا وقار لوگوں کے دلوں پر منقوش ہو چکا ہے۔ اس خدمت دینی کے لئے مولانا صاحب کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ مولوی صاحب موصوف کے ذریعہ دس سعید انسان سلسلہ میں داخل ہوئے ہیں ۔

ممبران جماعت احمدیہ کراچی۔

ایک احمدی خاتون کی مالی قربانی پر اظہار خوشی

جناب ایڈیٹر صاحب الفضل

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

لجنہ اماء اللہ نے جناب مرزا ناصر علی صاحب امیر جماعت احمدیہ فیروزپور کی اہلیہ صاحبہ کے اپنی جماعت کی مقامی ضروریات کے لئے ایک ہزار روپیہ عطیہ دینے کی تحریک شکر مندرجہ ذیل ریزولیوشن پاس کیا ہے۔ شائع فرما کر مشکور فرمائیں۔

اُم داؤد۔ قائم مقام سکرٹری لجنہ اماء اللہ

نقل ریزولیوشن لجنہ اماء اللہ ۳۴ء۔ مورخہ ۳۰ جولائی ۱۹۲۶ء

جناب مرزا ناصر علی صاحب امیر جماعت احمدیہ فیروزپور کی اہلیہ صاحبہ نے ۵۰۰ روپیہ فیروزپور کی احمدیہ مسجد کی درستی اور ۵۰۰ روپیہ مقامی یتامیٰ و مساکین کی امداد کے لئے عطا فرمایا ہے۔ لجنہ اماء اللہ کی تمام ممبرات اپنی ایک ہم جنس کی اس قابل قدر مالی قربانی پر خوشی کا اظہار کرتی ہیں اور دعا کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ معطیہ کی یہ خدمت قبول فرما کر ثواب دارین سے متمتع فرمائے۔ اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تمام خواتین سے درخواست کرتی ہیں۔ کہ مرزا صاحب کی اہلیہ صاحبہ کی مثال کو اپنے لئے نمونہ بنائیں۔ اور مالی اور جانی قربانیاں کر کے یہ ثابت کر دیں کہ اب بھی عورتیں دینی خدمت بجا لا کر صحابہ کی عورتوں کے قدم بقدم چل سکتی ہیں ۔

درخواست دُعا

مسٹر حسین احمدی نے سیلون اخبارات میں چند مضامین عیسائیوں کے خلاف شائع کئے تھے۔ جن پر برافروختہ ہو کر عیسائی پادری ان پر مقدمہ کر رہا چاہتے ہیں۔ احباب سے درخواست ہے۔ کہ وہ دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے احمدی بھائیوں کی نصرت کرے۔ محمد صادق۔ ناظر امور خارجیہ ۔

(۲) عاجز کا بچہ محمد ظفر اقبال بہت بیمار ہے اور ایک عرصہ سے بیمار چلا آتا ہے۔ جملہ احباب کرام سے نہایت مودبانہ گذارش ہے کہ بچے کی صحت کے لئے درد دل سے دعا فرما کر عند اللہ ماجور و عند ی مشکور ہوں۔ نیاز مند۔ محمد شفیع احمدی۔ گورنمنٹ ہائی سکول گورداسپور

(۳) سلسلہ عالیہ احمدیہ کے تمام احباب کی خدمت میں درخواست کیجاتی ہے کہ میرے واسطے بہت دعا فرمائیں۔ کیونکہ میرے پیٹ میں ایک مہلک بیماری نے آہستہ آہستہ گھر کرنا شروع کر دیا ہے۔ شاہ محمد راولپنڈی

دعائے مغفرت

۲۳ جولائی ۱۹۲۶ء بروز جمعہ بعد عصر میری خوشدامن صاحبہ انتقال فرما گئی ہیں۔ مرحومہ دس بارہ سال ہوئے۔ بریلی سے دارالامان ہجرت کر کے آئی تھیں۔ احباب ان کے لئے دُعائے مغفرت فرمائیں۔ خاکسار فضل حسین احمدی مہاجر قادیان

(۲) عاجز کی لڑکی حبیب بیگم تقریباً دو سال بیمار رہ کر اپنے خدا سے جا ملی انا للہ وانا الیہ راجعون۔ احباب اس کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں۔

نور الدین احمدی سب پوسٹماسٹر ڈاکخانہ پیسہ اخبار لاہور ۔

(۳) ایک نہایت مخلص احمدی جن کا نام ملک مدد ارشاہ صاحب ساکن ترنگ زئی ضلع پشاور ۲۰ جولائی ۱۹۲۶ء کو فوت ہو گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

قادیان دارالامان - مورخہ ۱۰ اگست سنہ ۱۹۲۶ء

احمدی زمیندار اور تبلیغ اسلام

احمدی زمینداروں کے لئے پنجاب میں تبلیغ اسلام کا ایک نہایت اعلیٰ اور اہم موقعہ ہے۔ جس کی طرف بار بار توجہ دلائی گئی ہے۔ لیکن ابھی تک کسی ایک جگہ بھی کام شروع نہیں کیا گیا۔ وہ موقعہ یہ ہے۔ کہ ان کے زیر اثر جو اچھوت اقوام ہیں۔ ان میں تبلیغ اسلام کی جائے۔ اور ان کی حالت کو بہتر بنانے کی کوشش کی جائے۔ اس کی اہمیت جتلانے کے لئے صرف اتنا عرض کر دینا کافی ہے۔ کہ اس وقت آریہ۔ ہندو اور عیسائی مشنری اپنی تمام تر توجہ ان اقوام کی طرف لگا رہے ہیں۔ اور آیندہ کسی مذہب کی فتح و شکست کا دار و مدار اس بات پر ہوگا۔ کہ کس تعداد میں اچھوت اقوام کے لوگ ان کے ساتھ شامل ہوئے ہیں۔ اور کس قدر لوگوں کی اصلاح اور بہتری کسی خاص مذہب کے پیروان کے ذریعہ سے ہوئی ہے۔ کیونکہ عام لوگ اس بات کی کم پرواہ کرتے ہیں۔ کہ کوئی مذہب معقول یا غیر معقول ہے۔ بلکہ زیادہ تر وہ یہ دیکھتے ہیں۔ کہ کس مذہب نے مخلوق خدا کو ظاہری طور پر زیادہ فائدہ پہنچایا ہے۔

علاوہ ازیں زمینداروں کو اچھوتوں کے آریوں کے قبضہ میں چلے جانے سے ذاتی طور پر جو نقصان عظیم پہنچنے والا ہے۔ اس کے نتائج پر بھی غور کرنا چاہیئے۔ یہ بات تجربہ میں آچکی ہے کہ جو لوگ آریہ ہو جاتے ہیں وہ مسلمانوں کو ادنیٰ سمجھنا شروع کر دیتے ہیں اور شدھی کا پانی پڑتے ہی اسقدر دلیر ہو جاتے ہیں کہ مسلمانوں کے اچھوت شروع کر دیتے ہیں۔ اور ان کے کھیتوں [illegible] سے احتراز ہونے لگ [illegible] اسی طرح جیسے دیکھا ہے کہ عیسائی ہوتے ہی یہ لوگ جرأت اور جرائم میں بڑھ جاتے ہیں۔ اور عیسائی مشنریوں کی مدد سے جو زمینداروں کے گاؤں میں رہتے ہیں۔ ان کو مقدمات کے ذریعہ ذلیل کرنے کی تجویزیں سوچنے لگتی ہیں۔ ان مصائب سے اسلام اور مسلمانوں کو بچانا احمدی قوم کا ہی کام ہے۔ اور احمدی قوم میں سے بھی وہ حصہ اس کام کے لئے موزوں ہے۔ جو زمیندار ہے۔ اور جن کے زیر اثر یہ لوگ بود و باش رکھتے ہیں۔ کیونکہ احمدیوں میں سے اور کوئی جماعت ایسی نہیں۔ جس کو ان اقوام کے ساتھ براہ راست تعلق ہو۔ اور آسانی اور بغیر خرچ کے یہ کام کرسکے۔

بعض کام ایسے ہوتے ہیں۔ جن پر وقت خرچ ہوتا ہے۔ اور بعض کام ایسے ہوتے ہیں۔ جن پر روپیہ خرچ ہوتا ہے۔ لیکن بعض کام ایسے ہوتے ہیں۔ جو محض توجہ سے ہو جاتے ہیں۔ زمینداروں کے لئے تبلیغ اچھوت اقوام ایسا ہی کام ہے۔ جس پر محض توجہ کی ضرورت ہے۔ نہ ان پر وقت خرچ ہوگا اور نہ ہی روپیہ۔ پھر کونسا عذر ہے۔ جو ہمارے دوست اللہ تعالیٰ کے سامنے ان اقوام کو تبلیغ نہ کرنے کے متعلق پیش کرسکتے ہیں۔ کیا محض سستی اور غفلت۔ ہاں یہ ایک ادنیٰ قسم کی کوتاہ اندیشی ہوگی کہ اگر یہ لوگ مسلمان ہوگئے۔ تو ہمارا کام کون کرے گا یہ غلط وسوسہ ہے۔ مسلمان ہوکر تو وہ ہمارے کام دیانت اور امانت سے کرسکتے ہیں۔ لیکن اگر وہ آریہ یا عیسائی ہوگئے۔ تو پھر واقعہ میں مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔ اور یہ کہ وہ اپنے پہلے آبائی مذہب اور طرز معاشرت پر قائم رہیں۔ بالکل ناممکن ہے۔ اسوقت تک ہزارہا آریہ اور لاکھوں عیسائی ہوچکے ہیں۔ اور ایک لاکھ کے قریب جو ابھی باقی ہیں۔ وہ بھی دس سال کے اندر اندر ضرور ہندو یا عیسائی ہو جائیں گے۔

اس اہم کام کو شروع کرنے کے لئے میری رائے ہے۔ کہ احمدی زمینداروں کی قادیان میں کانفرنس ہونی چاہیئے۔ جس میں ملکر عملی تفصیلات کو طے کیا جائے۔ اور اس کے بعد ضلعوار بورڈز مقرر کئے جائیں۔ جو اپنے اپنے علاقہ میں اس کام کو اپنے ہاتھ میں لیں۔ تاکہ یہ کام عملی رنگ میں جاری ہو جائے۔ کانفرنس کے لئے فی ضلع ایک صاحب کافی ہوں گے۔ یہ کانفرنس جلسہ سالانہ پر دسمبر میں بھی ہوسکتی ہے۔ لیکن چونکہ امر بہت اہم ہے اور ہم پہلے ہی بہت سا وقت کھو چکے ہیں۔ اس لئے پہلی کانفرنس ستمبر میں کرلی جائے۔ اور اس کے بعد جو اجتماع ہوں۔ وہ جلسہ سالانہ کے موقع پر کئے جاسکتے ہیں۔

دوستوں سے استدعا ہے کہ اس تحریر کو پڑھتے ہی مجھے اپنی اپنی تجاویز اور آراء سے مطلع فرمائیں۔ تاکہ ستمبر میں کانفرنس منعقد کی جاسکے۔

الراقم

خاکسار فتح محمد سیال

ناظر دعوت و تبلیغ۔ قادیان

علی برادران اور سلطان ابن سعود

علی برادران جن کے دم قدم سے ابھی تک ہندوستان کی مرکزی خلافت کمیٹی اپنا نام قائم رکھے ہوئے ہے۔ سلطان ابن سعود کی حمایت کرنے کے جرم میں جس قدر طعن و تشنیع کا ہدف بن چکے ہیں۔ وہ پوشیدہ نہیں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے۔ خلافت کمیٹی کی قسمت ہی کچھ الٹی واقع ہوئی ہے کہ کوئی بات اسے راس نہیں آتی جو فعل بھی اس کی طرف سے کیا جاتا ہے۔ اس کا انجام نہایت حسرتناک ہوتا ہے۔ چنانچہ سلطان ابن سعود کی حمایت کا بھی یہی نتیجہ نکل رہا ہے۔ علی برادران جو مؤتمر مکہ میں شمولیت کے لئے خلافت کمیٹی کی طرف سے تشریف لے گئے تھے۔ وہاں کے متعلق اس قسم کے حالات اخبارات میں شائع کر رہے ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سلطان ابن سعود کی حکومت سے وہ سخت کبیدہ خاطر ہوگئے ہیں۔ چنانچہ مولانا محمد علی صاحب کا ایک طول طویل خط جو اخبارات میں شائع ہوا ہے اس میں وہ بیان کرتے ہیں:-

حج کا انتظام بے انتہا خراب تھا۔ حکومت کی جانب سے کوئی خاص اہتمام نہیں تھا۔ نجدی بدو جو ساٹھ ستر ہزار کی تعداد میں آئے ہوئے تھے۔ سارے حج کے ٹھیکیدار بنے ہوئے تھے۔ نہ انہوں نے لوگوں کو ٹھیک طرح سے طواف کرنے دیا۔ نہ حجر اسود کو چومنے دیا۔ نہ سعی کرنے دی۔ منا میں وہ اس طرح بے دردی سے اونٹ چلاتے تھے۔ کہ بہت سے حاجی کچلے گئے۔ خود بیگم صاحبہ مولانا محمد علی ایک دو مرتبہ مرتے مرتے بچیں۔ ان نجدیوں کو جنہیں مولانا نے جگہ جگہ "وحوش" لکھا ہے۔ حکومت نے قابو میں رکھنے کی کوشش نہیں کی۔

مصری محمل کا واقعہ مولانا نے اس طرح بیان کیا ہے کہ پہلے نجدیوں نے محمل کو صنم کہکر اس پر پتھر برسائے۔ مصری کمانڈر نے ضبط کیا۔ اور نجدی افسروں سے کہا کہ انہیں روکو۔ جب وہ نہ روک سکے۔ تو سلطان کا بھائی آیا۔ پھر خود سلطان آئے۔ اور انہیں بھی نجدیوں کو روکنے میں کامیابی نہ ہوئی۔ آخر مصری کمانڈر نے سلطان سے کہا کہ اب میں اس کا انتظام کرتا ہوں۔ اور اس کے بعد اس نے باڑھ مارنے کا حکم دیا۔ جس سے بہت سے نجدی اور اونٹ مارے گئے۔ یہ وہ واقعات ہیں۔ جو خود مصری کمانڈر نے مولانا سے بیان کئے۔

سلطان ابن سعود اور ان کے والد کے طواف و سعی کی جو چشم دید کیفیت مولانا نے بیان کی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ ان کے لئے سپاہیوں نے لوگوں کو بیدیں مار مار کر راستہ صاف کیا اور خاص کعبۃ اللہ کے پاس بھی مطاف و استلام میں بھی

شان امتیاز برتی گئی۔

مؤتمر کے متعلق مولانا نے بہت کم لکھا ہے۔ مگر جو کچھ لکھا ہے۔ اس سے عام حالت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ مثلاً لکھتے ہیں کہ اس وقت تک مؤتمر بالکل ناقابل اطمینان ہے۔ خدا خیر کرے۔ سب نے سوائے ہمارے ابن سعود کو بادشاہ قبول کر لیا ہے۔ مگر ہمارے ڈر سے یہ مسئلہ مؤتمر میں نہیں لایا گیا ہے۔ تاہم خانگی طور پر صاف صاف اس کے متعلق اتمام حجت کے طور پر سلطان سے کہیں گے۔ مگر بے سود معلوم ہوتا ہے اب تو اس شخص کو صدر جمہوریہ بھی نہیں بنایا جا سکتا۔ ایک اور جگہ لکھتے ہیں۔ کہ اوقاف پر حکومت کا دانت معلوم ہوتا ہے۔ کچھ تعجب نہیں۔ اگر اوقاف ایمانداری سے خرچ نہ کئے جاتے ہوں۔

اسی طرح مولانا شوکت علی لکھتے ہیں:۔ منا کی قربانیوں کی بدانتظامی۔ تعفن۔ نجدیوں کی بے تمیزی اور سر بازار ہزاروں حاجیوں پر دوڑ اکر اونٹوں کا لانا ان سب حرکات نے موجودہ حکومت سے سب کو بدگمان کر دیا ہے۔ ہمارے ہندوستان کے ۱۰۰ خلافت والنٹیئر ذرا جوان اور مضبوط ہماری نگرانی میں اس سے سو گنا عمدہ انتظام کرتے۔

اسکے علاوہ یہاں تک لکھتے ہیں۔ کہ جب تک نجدی مکہ سے نکل نہ جائیں۔ کسی قسم کی اصلاح ناممکن ہے۔

اگر یہ حالات درست ہیں۔ جن کے متعلق ذاتی طور پر ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ تو کیا اس سے ظاہر نہیں ہے۔ کہ خلافت کمیٹی نے جس کسی کو بھی اپنا سہارا اور اپنی امیدوں کا مرجع بنایا۔ وہی اس کے کام نہ آیا۔ اور خلافت کمیٹی کو اس سے سوائے مایوسی کے کچھ نہ حاصل ہوا۔ سب سے اول خلافت کمیٹی نے امیر کابل کو کچھ کا کچھ بنا کر ان سے درخواست کی کہ انگریزوں سے دوستانہ تعلقات نہ قائم کئے جائیں۔ کیونکہ یہ اسلام کے دشمن ہیں۔ اور آپ اسلام کے محافظ۔ لیکن امیر صاحب نے اس درخواست کو نہایت بیدردی سے ٹھکرا دیا۔ پھر صدر جمہوریہ ترکی مصطفےٰ کمال پاشا کو خلافت اور اسلام کا محافظ بنایا۔ اور ان سے بڑی بڑی امیدیں وابستہ کیں۔ لیکن ان کے خلافت کو اڑا دینے خلیفۃ المسلمین کو جلاوطن کر دینے اور اسلام کے صریح خلاف کئی اور افعال کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے ان سے بھی مایوس ہو گئے۔ اب سلطان ابن سعود کی طرف نگاہ اٹھی تھی اور ہندوستان کے کثیر طبقہ کو ناراض کر کے اس کی رفاقت حاصل کی گئی تھی۔ مگر وہ بھی قائم نہ رہی۔

کاش! خلافت کمیٹی والے ان پے درپے تجربات کے بعد سبق حاصل کریں۔ اور اسلام کی عزت و حرمت کے قیام کے لئے اس ہستی کی طرف متوجہ ہوں۔ جس نے اپنے فضل سے اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسلام کی حفاظت اور اشاعت کے لئے مبعوث کیا ہے ۔

مسلمان بچوں کے ڈاکو

ابھی چند دن ہوئے۔ ہم ایک مسلمان عورت کا جو گاڑی میں اکیلی سفر کر رہی تھی۔ معہ دو تین بچوں کے آریوں کے قبضہ میں چلے جانے کا ذکر کر چکے ہیں۔ جس سے آریوں کی دیدہ دلیری کا پتہ لگتا ہے۔

اب اس سے بھی زیادہ رنج افزا واقعہ کا پتہ لگا ہے جو اس طرح سے بیان کیا گیا ہے۔ کہ دو کم عمر لڑکے جو اپنے والد کے پاس دہلی جا رہے تھے۔ کرایہ کی کمی کی وجہ سے غازی آباد اتر گئے۔ وہاں ایک ہندو نے انہیں دہلی پہنچانے کے وعدہ پر اپنے ساتھ رکھ لیا۔ اور کھانا وغیرہ کھلا کر اپنے ساتھ مانوس کر لیا۔ اس کے بعد بجائے دہلی لیجانے کے انہیں بریلی کے آریہ یتیم خانہ میں لیجا کر ہندوانہ نام رکھکر بند کر دیا گیا۔ آخر کئی ماہ کے بعد لڑکے بڑی مشکل سے اپنے والد کو بذریعہ خط اطلاع دے سکے۔ جس نے مجسٹریٹ بریلی کو لڑکوں کے برآمد کرانے کے متعلق درخواست دی۔ اور سٹی مجسٹریٹ اور انسپکٹر پولیس نے آریہ یتیم خانہ سے بچوں کو برآمد کیا۔ یتیم خانہ کے رجسٹر میں نہ صرف لڑکوں کے ہندوانہ نام درج تھے۔ بلکہ ان کے باپ کا نام بھی ہندوانہ لکھا گیا تھا۔

اس واقعہ سے جس کا سراغ مل گیا۔ اور جس میں سرکاری طور پر بچے برآمد ہو گئے۔ ظاہر ہے۔ کہ آریہ صاحبان شدھی کے چاؤ میں کیسے کیسے افعال شنیع کے مرتکب ہو رہے ہیں اور بچوں کے ان ڈاکوؤں سے کس قدر خطرہ پیدا ہو گیا ہے آریوں سے اس کے متعلق کچھ کہنا تو بے سود ہے۔ کیونکہ وہ ہر جائز و ناجائز طریق سے اپنی تعداد میں اضافہ کر لینا ضروری سمجھتے ہیں۔ البتہ مسلمانوں سے ہم یہ ضرور کہیں گے کہ وہ اپنے چھوٹے اور کمسن بچوں کی خاص طور پر حفاظت کریں۔ اور جہاں کہیں کسی ہندو کے ساتھ کوئی مسلمان بچہ دیکھیں۔ اس کی نسبت صحیح حالات معلوم کرنے کی پوری پوری کوشش کریں ۔

آریہ سماج اور مجردانہ زندگی

سوامی دیانند جی نے تمام عمر مجرد رہنے کو ویدک دھرم کی رو سے بڑی فضیلت دی ہے۔ لیکن آریہ صاحبان جہاں ان کے دیگر احکام مثلاً بیوہ عورتوں کی شادی نہ کرنا بلکہ نیوگ کرانا شادی کے لئے عورت کے انتخاب کا طریق۔ حمل ٹھہرانے کا ڈھنگ وغیرہ کی خلاف ورزی کرنا ضروری سمجھتے ہیں اسی طرح انہوں نے یہ کوشش بھی شروع کر دی ہے کہ کسی ہندو کو مجرد نہ رہنے دیں۔ اور اس کے لئے وہ ہوا آشرموں کی طرح باقاعدہ "سمبندھ سہاگ" قائم کئے جا رہے ہیں۔ چنانچہ ان دنوں میں ایک اعلان شائع کیا جا رہا ہے۔ جس میں لکھا ہے:۔

"یو پی کے مشہور ہندو سمبندھ سہاگ نے فیصلہ کر لیا ہے۔ کہ بھارت ورش کے کسی صوبہ کا ہندو کنوارا یا رنڈوا مجرد نہیں رہے گا۔ کیونکہ مردوں کے لئے مجرد رہنا سوسائٹی کے لئے سخت خطرناک ہے۔ اس لئے نوجوان کے جن سجن پرشوں کی نظر سے یہ اشتہار گذرے۔ ان کا دھرم ہے۔ کہ اگر وہ خود مجرد ہوں۔ تو اپنا ورنہ اپنے احباب و رشتہ داروں کا جو کسی نہ کسی وجہ سے ابھی تک کنوارے یا مجرد ہوں۔ صاف اور خوشخط پتہ بند لفافے میں ذیل کے پتہ پر روانہ کریں۔"

ہمیں اس کے متعلق جو کچھ کہنا ہے۔ وہ صرف یہ ہے کہ آخر آریوں کو بھی تسلیم کرنا پڑا۔ کہ "مردوں کے لئے مجرد رہنا سوسائٹی کے لئے سخت خطرناک ہے۔" اور اس طرح انہوں نے نہ صرف اپنے سوامی کے اپنے عمل اور قول کو ٹھکرا دیا ہے۔ بلکہ ویدک دھرم کو بھی اس بارے میں ناقابل عمل ثابت کر دیا ہے ۔

خواجہ حسن نظامی صاحب اور "زمیندار"

خواجہ صاحب اخبار "زمیندار" کے بہت بڑے مداحوں میں سے ایک تھے۔ لیکن "زمیندار" نے اپنی عادت سے مجبور ہو کر جب ایک آدھ دفعہ انکی بھی پگڑی اچھالی۔ تو انہیں بھی "زمیندار" کی حقیقت کا اظہار کرنا پڑا۔ چنانچہ وہ اپنے رسالہ درویش ماہ جولائی میں لکھتے ہیں:۔

"زمیندار نے میری کتاب کو دو ورقی کا خطاب دیا ہے۔ یہ لفظ بازاری اور فحش ہے۔ جن لوگوں کو شروع سے ہزلیات کی عادت پڑ جاتی ہے وہ مذہبی مضامین میں بھی بے ساختہ فحش الفاظ لکھ جاتے ہیں۔ مگر مقتضائے طبیعت کا بدلنا آسان نہیں ہے۔ زمیندار کے لکھنے والے اب اگر کسی اچھی مجلس میں جا کر اپنی اصلاح کرنی چاہیں تو نہ کر سکیں گے۔"

جب زمیندار کی دکان ہی فحش گوئی پر چلتی ہو۔ تو اسے کسی اچھی مجلس میں جا کر اصلاح کی ضرورت ہی کیا ہے۔ زمیندار کو تو اپنی اس خصوصیت پر بڑا فخر ہے۔ لیکن ہر ایک شریف انسان کو یہ تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ زمیندار کی گندی تحریروں نے مسلمانوں کے اخلاق کا بہت برا نمونہ پیش کیا ہے ۔

حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب رضی اللہ عنہ

ایک اور شمع بجھ گئی

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ۔ ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

سلسلہ احمدیہ میں اخبار نویسی کے بانی جناب شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی سے جو کچھ عرصہ سے لنڈن میں مقیم ہیں۔ میں نے خواہش کی تھی۔ کہ کچھ نہ کچھ لکھکر بھیجتے رہیں۔ ولایت کی تازہ ڈاک سے ان کی طرف سے جناب خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم کے حالات زندگی پر ایک مضمون موصول ہوا ہے۔ جسے اگرچہ انہوں نے میری خواہش کی تعمیل قرار دیا ہے۔ لیکن میں اسے اصل میں ان تعلقات کا نتیجہ سمجھتا ہوں۔ جو جناب شیخ صاحب کو حضرت خلیفہ صاحب مرحوم سے تھے تاہم اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور امید رکھتا ہوں۔ کہ میری خواہش پورا کر کے مجھے خاص طور پر شکریہ کا موقع دینگے۔ (ایڈیٹر)

۱۹ جولائی ۱۹۲۹ء کو دارالامان کے ایک برقی پیام نے حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کی وفات کی خبر سنائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مجھ کو حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم سے قریباً ۴۰ سال سے نیاز مندانہ تعلقات حاصل تھے۔ جبکہ وہ میڈیکل کالج لاہور میں اور عرفانی ماڈل سکول لاہور میں تعلیم پاتا تھا۔ اس زمانہ تعلیم میں ہم دونوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور زانوے ادب تہ کیا۔ حضرت ڈاکٹر صاحب خدا کے فضل و کرم سے صادقانہ اور مخلصانہ زندگی بسر کر کے اپنے مولیٰ حقیقی سے جا ملے۔ عرفانی کی کشتی عمر ابھی منجدھار میں ہے اور کنارہ کا پتہ نہیں۔ فضل ربی ہی سے توقع ہے۔ کہ سلامتی سے کنارے پر پہنچ جاوے۔ ورنہ

بحیرتم کہ سر انجام من چہ خواہد بود

حضرت ڈاکٹر صاحب کی زندگی اولیاء اللہ کی زندگی کا ایک نمونہ تھی۔ اب جبکہ وہ ہمارے درمیان نہیں رہے۔ میں اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ کہ مختصر طور پر ان کی زندگی کے حالات حوالہ قلم کر دوں۔ اور میری غرض اس سے محض یہ ہے۔ کہ تا احباب کو اسیے واجب الاحترام وجود کے لئے بیش از پیش دعاؤں کی تحریک ہو۔

حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب رضی اللہ عنہ لاہور کے نہایت مشہور اور ممتاز علم دوست خاندان خلیفہ صاحبان کے ایک معزز رکن تھے۔ آپ کے والد ماجد جناب مولوی حافظ خلیفہ حمید الدین صاحب انجمن حمایت اسلام کے بانیوں میں سے تھے۔ اور تا حیات اس کے واجب الاحترام صدر رہے (خاکسار عرفانی کو خلیفہ صاحب سے عزت تلمذ حاصل ہے)

ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب میڈیکل کالج میں تعلیم پاتے تھے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دعویٰ کا اعلان کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے معاً آمنا و صدقنا کہا۔ اور آپ کے سلسلہ بیعت میں داخل ہو گئے۔ ڈاکٹر صاحب کا خاندان اپنی علمی وجاہت اور اثر کے لئے مشہور تھا۔ اور اس خاندان کی خصوصیت میں یہ امر داخل تھا۔ کہ سب کے سب حافظ قرآن ہوتے تھے لڑکے اور لڑکیاں۔ ڈاکٹر صاحب بھی حافظ تھے۔ باوجودیکہ ان کے خاندان کو یہ علمی اقتدار حاصل تھا۔ اور سلسلہ کی بے حد مخالفت کا آغاز ہو چکا تھا۔ ان حالات میں ڈاکٹر صاحب جیسے آدمی کا سلسلہ میں داخل ہونا معمولی امر نہ تھا۔ بلکہ یہ بہت سی قربانیوں کو چاہتا تھا۔ اور حقیقت میں وہ بڑی قربانیاں کر کے داخل سلسلہ ہوئے۔ آپ کے والد صاحب گو مکفر نہ تھے۔ مگر مخالف ضرور تھے۔ تکفیر کے لئے مولوی محمد حسین صاحب نے بہت زور لگایا۔ مگر خلیفہ صاحب نے ہمیشہ یہی کہا۔ کہ میں تکفیر نہیں کر سکتا۔ بہرحال اس شدید مخالفت کے ایام میں انہوں نے احمدیت کو قبول کیا۔ اور آخیر وقت تک کامل صدق و وفا کے ساتھ اس عہد کو نباہ دیا جو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر کیا تھا

ڈاکٹر صاحب اس عہد شباب میں بھی نہایت متقی اور پابند صوم و صلوٰۃ تھے۔ کالج میں تمام لوگ ان کی عزت انکی ذاتی خوبیوں کی وجہ سے کرتے تھے۔ اشاعت اسلام کا بے حد جوش ان ایام میں بھی ان کے قلب میں تھا۔ اور مسلمان نوجوانوں کی اصلاح اور بھلائی کے لئے وہ اپنے وقت اور مال کو جو اس وقت میسر تھا خرچ کرنے میں کبھی مضائقہ نہ کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے انہی دنوں میں

ینگ مین محمڈن ایسوسی ایشن

کی بنیاد رکھی۔ جسٹس شاہدین صاحب نئے نئے بیرسٹر ہو کر آئے تھے۔ ان کی کوٹھی پر جو موری دروازہ کے باہر تھی اس کے اجلاس ہوا کرتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب قرآن کریم کی خوبیوں اور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے شمائل پر عموماً تقریریں کیا کرتے تھے۔ جس طرح حضرت مولانا عبد الکریم صاحب رضی اللہ عنہ کا ایک ۱۸۸۹ء کا وعظ (جو انہوں نے لودھیانہ میں ہمارے محلہ جدید کی مسجد میں (واوحی ربک الی النحل) پر کیا تھا) مجھے اب تک نہیں بھولتا۔ اسی طرح ان ایام کی ایک تقریر ڈاکٹر صاحب کی لم اجعل فی سم خیاط پر نہیں بھولتی۔ غرض طالب علمی کے زمانہ میں جبکہ طالب علم کی زندگی کا منتہی اور مدعا محض کتابوں کا کیڑا ہو جانا ہوتا تھا۔ خصوصاً میڈیکل کالج کا طالب علم جس کو بہت بڑی بڑی کتابیں یاد کرنی پڑتی ہیں۔ اور شبانہ روز عملی کام سے فرصت نہیں ہوتی۔ وہ نہ صرف پر وقت نمازوں کے پابند اور عملی مسلمان تھے۔ بلکہ اپنا وقت نکال کر

اشاعت اسلام

کے کرنے میں بھی ہمیشہ آمادہ اور تیار رہتے تھے۔

انہیں ایام میں میں نے اس امر کا بھی بغور مطالعہ کیا۔ کہ ڈاکٹر صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے متعدد نسخے منگوا کر رکھتے تھے۔ اور نہایت فراخدلی سے ان لوگوں کو دیدیتے تھے۔ جو ذرہ بھی شوق ظاہر کریں۔ معمولی قیمت کی کتابیں نہیں۔ براہین احمدیہ جیسی قیمتی کتب۔ میرے سامنے کا واقعہ ہے۔ کہ ایک عیسائی نے (جو مرتد تھا اور پھر اسلام کی محبت ظاہر کرنے لگا تھا) براہین احمدیہ کے مطالعہ کی خواہش کی۔ وہ کبھی کبھی ڈاکٹر صاحب کے پاس میرے ساتھ جایا کرتا تھا۔ اور ڈاکٹر صاحب اسے تبلیغ کرتے رہتے تھے۔ میں بھی اسی غرض سے اسے لے جایا کرتا تھا جب انہوں نے اس کی خواہش کا احساس کیا۔ تو براہین احمدیہ جو نہایت قیمتی اور مجلد تھی اسے دیدی۔ چند روز کے بعد آکر اس نے کہا۔ کہ میں اس کتاب کو جدا نہیں کرنا چاہتا۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا تم اسے بہت خوشی سے رکھو۔ اور یہ ایسی ہی چیز ہے۔ کہ جدا نہ کی جائے۔ مجھے یہ بہت پیاری ہے۔ مگر میں اس وقت اس پر عمل کرنا چاہتا ہوں۔ لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون پس تم شوق سے اسے اپنے پاس رکھو۔ میں نے دیکھا۔ کہ اس وقت ان کے چہرہ پر خاص مسرت تھی۔ اور مجھے مخاطب کر کے کہا [illegible] اگر اس شخص کے لئے اس پیاری کتاب کے ذریعہ ہدایت مقدر ہو تو مجھے اور کیا چاہیئے۔

غرض وہ اسلام کی تعلیم کا ان ابتدائی ایام تعلیم میں ایک صحیح اور سچا نمونہ تھے۔ ان کے دل میں

اسلام کی عملی اشاعت

کا جوش تھا۔ اور قربانی اور انفاق فی سبیل اللہ کی روح ان کے اندر ہوتی تھی۔

میں نے اشارہ کیا ہے۔ کہ خاندانی وجاہت اور اعزاز ان کی راہ میں سلسلہ کے قبول کرنے کے لئے روک ہو سکتا تھا مگر انہوں نے ذرا پروا نہ کی۔ اس کی وجہ سے ان کو بعض تکالیف اور مشکلات بھی پیش آئیں۔ مگر ان کا قدم پیچھے نہیں آگے بڑھا۔

تعلیم سے فارغ ہو جانے کے بعد خدا تعالےٰ نے ان کو ایک معزز موقعہ دنیا میں روپیہ کمانے کا دیا۔ یعنی

سرکاری ملازمت

میں داخل ہوئے۔ اس وقت انہوں نے کبھی روپیہ جمع کرنے کا خیال نہ کیا۔ سینکڑوں نہیں ہزاروں روپیہ ماہوار بھی انہوں نے

کمایا۔ مگر کبھی اسے جمع نہ کیا۔ سلسلہ کی خدمت کے لئے ہمیشہ اپنے دل اور ہاتھ کو انہوں نے کشادہ رکھا۔ اور بلا مبالغہ ہزاروں روپیہ انہوں نے خرچ کئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ان کو

محبت نہیں عشق

تھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی آپ کو نہایت ہی محبت اور پیار سے دیکھتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارادوں اور عزائم اور ضروریات پر ڈاکٹر صاحب کو بعض اوقات صدہا نہیں ہزاروں کوس کے فاصلہ پر علم ہو جاتا تھا۔ جس کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی بعض چٹھیوں میں ذکر فرمایا ہے۔

یہ معمولی امر نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت ڈاکٹر صاحب کی روح کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ کیسی شدت مناسبت تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ڈاکٹر صاحب پر اسی طرح اعتماد فرماتے تھے۔ جس طرح اپنی ذات اور وجود پر۔ اور یہ بہت کم لوگ اس امر سے واقف ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ڈاکٹر صاحب سے بعض اوقات وہ راز کی باتیں کر لیتے تھے۔ جو دوسروں کے وہم میں بھی نہیں آسکتی تھیں۔

خود ایک اتنے بڑے خاندان سے نکل کر سلسلہ میں داخل ہونا ہی بہت بڑی قربانی تھی۔ جس کی وجہ سے تمام گھر بھر ان سے من وجہ ناراض اور کشیدہ تھا۔ پھر اپنی ملازمت کے ایام میں بھی انہوں نے محض سلسلہ کی خاطر بہت

بڑی بڑی قربانیاں

کرنی پڑیں۔ جو ہر شخص کے وہم میں بھی نہیں آسکتی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کو جو واقعہ ریاست رام پور میں پیش آیا۔ اس کا کسی قدر ذکر لکھنو کے ایک کہنہ مشق فسانہ نگار نے اپنے ایک فسانہ میں کیا ہے۔ یہ امر واقعہ ہے۔ کہ اگر ڈاکٹر صاحب سلسلہ کا ذکر نہ کرتے۔ اور سلسلہ کی تبلیغ و اشاعت اور امر حق کے اظہار کو مقدم نہ کرتے۔ تو وہ ریاست رام پور میں بہت بڑی عزت و وجاہت کے مقام پر تھے۔ اور ریاست کی فیاضیوں سے اپنے علم کے ذریعہ وہ ہزاروں روپیہ کما لاتے۔ لوگ گورنمنٹ کی طرف سے ریاستوں میں جانا باعث عزت و فخر جانتے ہیں۔ اور کچھ شک نہیں مالی مفاد کا وہ ایک قیمتی ذریعہ ہے۔ مگر ڈاکٹر صاحب نے عین جوانی میں جبکہ عزت و دولت کے لئے ایک زبردست جذبہ موجود ہوتا ہے۔ کسی امر کی پرواہ نہ کی اور پرواہ کی تو اس عہد کی

جو دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا کیا تھا

ایسی نظیریں بمشکل سے ملیں گی۔ ڈاکٹر صاحب نے نہ عزت کی پرواہ کی اور نہ دولت کی اور نہ اپنی جان کی۔ ان تمام چیزوں کے مقابلہ میں دین کو مقدم کر کے دکھا دیا۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب ان کو اپنی صاحبزادی کے رشتہ کے لئے کہا (میری مراد حضرت ام ناصر اہلیہ اوّل حضرت خلیفۃ المسیح ثانی سے ہے) تو یہ وقت بھی ایک آزمائش کا وقت تھا۔ رسم و رواج کی پابندیاں خاندانی تعلقات کی زنجیریں بہت سے امور اس راہ میں روک ہو سکتے تھے اور فی الحقیقت تھے۔ مگر عاشق جانباز کے لئے نہ کوئی تعلقات کی زنجیر تھی۔ نہ خاندانی مراسم کی قیود نہ رشتہ داروں کے بگڑنے کا خوف۔ وہ مردانہ وار نہیں نہیں عاشقانہ رنگ میں آگے بڑھا۔ اور عملاً عرض کر دیا

حضور یہی کہ سب کچھ ہے مجھے کبھی عذر ہو ہی نہیں سکتا

ڈاکٹر صاحب کے خاندان کے لوگ ابھی تک موجود ہیں۔ اور وہ جانتے ہیں۔ کہ اس جدید تعلق نے ڈاکٹر صاحب کے متعلق ان کے جذبات پر کیا اثر کیا تھا۔ مگر صادق اور رشید ڈاکٹر نے ہر مرحلہ پر اپنے ایمان کا عملی ثبوت دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب کوئی تحریک فرمائی۔ خواہ پرائیویٹ طور پر یا عام جماعت کو مخاطب کر کے ڈاکٹر صاحب نے اس میں ہمیشہ مسابقت بالخیرات کی۔

سلسلہ کیلئے ہر تحریک میں عملی حصہ

فوراً لیتے تھے۔ مجھے اخبار نویس ہونے کے باعث ڈاکٹر صاحب سے اخبار کی خریداری وغیرہ کے لئے ذاتی واسطہ بھی پڑتا تھا۔ وہ ہمیشہ اخبار کی دوگنی قیمت دیا کرتے تھے۔ اور کبھی ساری عمر میں ایک مرتبہ بھی وی پی واپس نہ کیا۔ اور دفتر الحکم سے نکلنے والی ہر کتاب کی پانچ یا دس جلدیں جس قدر میں کہوں خرید لیا کرتے تھے۔ اور ایک عام اجازت دے دی ہوئی تھی کہ لکھ کر دریافت کرنے کی ضرورت نہیں۔ وی پی کر دیا کرو۔ اس سے ان کی وسعت قلب اور جوش اشاعت کا ایک معمولی سا اندازہ ہو سکتا ہے۔ ملازمت کو چھوڑ کر انہوں نے دہلی میں پریکٹس کرنی چاہی۔ مگر حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے ان کو قادیان آجانے کے لئے فرمایا۔ اس لئے وہ چھوڑ چھاڑ کر یہاں آگئے۔ اور ساری عمر سلسلہ کی خدمت میں بسر کر دی۔ میں جانتا ہوں اور ایک بصیرت کے ساتھ جانتا ہوں۔ کہ وہ بہت عسرت سے زندگی بسر کرتے تھے۔ اور یہاں رہ کر انہوں نے

درویشانہ زندگی بسر کی ہے

وہ شخص جس نے ایک مشہور متمول خاندان میں پرورش پائی ہو۔ جس نے اپنی عمر بھر عسرت نہ دیکھی ہو۔ وہ محض قادیان کیلئے درویشانہ زندگی پر قناعت کر کے بیٹھ گیا۔ یہ اس کا آخری امتحان تھا اور اس امتحان میں وہ کامیاب ہو گیا۔

میں اس وقت قادیان سے قریباً نو ہزار میل کے فاصلہ پر ہوں۔ اور میں جانتا ہوں۔ کہ میری یہ تحریر ڈاکٹر صاحب کو کوئی ذاتی فائدہ نہیں پہونچا سکتی۔ مگر یہ حق پوشی ہو گی۔ اگر میں یہ نہ کہوں کہ یہ شخص ایک عظیم الشان خوبیوں کا مالک تھا۔ وہ نہایت صاف قلب واقع ہوئے تھے۔ اور جو کچھ ان کے دل میں ہوتا تھا تو اُسے کہہ دیتے تھے۔ مالی مشکلات نے ان کو ایک بار اور لاہور جا کر پھر پریکٹس کرنے پر مجبور کیا۔ مگر اب وہ وقت نکل چکا تھا۔ کہ وہ لاہور میں اپنے معاصرین سے بڑھ سکتے۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ سلسلہ کی مخالفت کا ایک نئے رنگ میں ظہور ہو چکا تھا۔ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کی وفات پر ہمارے بعض بھائیوں کو ابتلا پیش آیا۔ اور انہوں نے علم مخالفت بلند کر کے علیحدگی اختیار کی۔ ڈاکٹر صاحب ان کے رفقائے کار میں سے تھے۔ وہ انجمن کے ممبر اور سکرٹری اور پھر محاسب تھے۔ مگر انہوں نے حق کی تائید میں ان تمام تعلقات کو یکدم چھوڑ دیا۔ اس سے انہوں نے دکھایا کہ ان سے محبت و تعلق حق کے لئے تھا۔ اگر وہ حق سے جدا ہوتے ہیں۔ تو ہمارا ان سے الگ ہو جانا آسان ہے۔ اس عہد ابتلا میں جب کہ وہ لاہور پریکٹس کے لئے چلے گئے۔ ان کے متعلق بہت کچھ زبانوں پر آیا۔ مگر دنیا اندھی تھی۔ اور حضرت ڈاکٹر صاحب کے رشد اور وفا کے آخری اظہار کے لئے یہ عہد ابتلا تھا۔ اگر ان کی نظر میں دنیا کی کچھ حقیقت ہوتی۔ تو وہ ان پرانے اور بچھڑے ہوئے بھائیوں سے جا ملتے۔ آہ! ان کی غیرت سلسلہ نے کبھی گوارا نہ کیا مالی مشکلات کا یہ سلسلہ ترقی پر تھا۔ اور انہوں نے اپنی زیر باریوں کو رفع کرنے کے لئے ہندوستان سے باہر جانے کا عزم کر لیا۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز سے اجازت بھی حاصل کر لی۔ مجھ کو اس کا علم ہوا تو میں نے احباب کو اپنی عادی سختی سے توجہ دلائی۔ کہ

ڈاکٹر صاحب کو روک لیں

ڈاکٹر صاحب ہرگز ہرگز اس کے لئے تیار نہ ہوتے تھے۔ اس لئے کہ وہ اپنی ذمہ واریوں اور مجبوریوں کو ایک طرف دیکھتے تھے۔ اور دوسری طرف وہ دل سے اس کو گوارا نہ کرتے تھے۔ کہ عمر کے اس حصہ میں قادیان سے باہر جائیں۔ مگر مجبوریاں اس تلخ پیالہ کے پینے پر آمادہ کر چکی تھیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اس معاملہ میں قطعاً مداخلت نہ فرمانا چاہتے تھے۔ گو آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی سے جو محبت ہے۔ اس کا اندازہ اس خطبہ سے ہو سکتا ہے۔ جو ایک مرتبہ الفضل میں شائع ہوا تھا۔ اور آپ نے ایک مبلغ کو لکھا تھا پھر ڈاکٹر صاحب جیسے جلیل الشان صحابی کے لئے وہ کب گوارا فرماتے۔ مگر آپ اجازت دے چکے تھے۔ اور جماعت کے کارکنوں کو اپنی آزادی رائے سے کام کرنے کا موقعہ دینا چاہتے تھے۔ آخر بمشکل یہ معاملہ طے ہوا۔ یعنی ڈاکٹر صاحب کو راضی کیا گیا۔ اور حضرت کے حضور بھی کارکنوں نے ایک میثاق کے ساتھ اپنے فیصلہ کو پیش کیا۔ اور ڈاکٹر صاحب رہ گئے۔ اور انہوں نے حسب معمول خدمت سلسلہ شروع کی۔ اور اسی میں اپنی جان دیدی۔ ڈاکٹر صاحب کی زندگی اور سیرت ایک کتاب لکھوانا چاہتی ہے۔

جیسے موقعہ اور توفیق ملے گی۔ لکھ دیگا۔ ڈاکٹر صاحب کے آخری ایام عسرت میں بسر ہوئے ہیں۔ اور یہ ان کے لئے عار نہیں۔ بلکہ عزت کا مقام ہے۔ خدا کے نبیوں اور ولیوں پر عسرت کے ایام آتے ہیں۔ اس لئے نہیں کہ ان کو دکھوں میں ڈالا جائے۔ بلکہ اس لئے کہ ان کی صفات عالیہ کا اظہار ہو۔ ڈاکٹر صاحب کی وفات ایک قومی صدمہ ہے۔ وہ ایک نہایت صائب اور مستقل رائے رکھا کرتے تھے۔ ان کی رائے دنیاوی اینچ پینچ سے پاک اور مومنانہ رائے ہوتی تھی۔ بعض اوقات ان کا ایک ایک فقرہ جماعت شوریٰ کے رنگ کو تبدیل کر کے صدق و وفا اور ایثار کی ایک روح پیدا کر دیتا تھا۔ میں ان کی وفات کو محض اس لئے قومی صدمہ نہیں کہتا۔ کہ ان کو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ساتھ شرف صہری حاصل تھا۔ یہ بھی ایک وجہ اس کے قومی حادثہ ہونے کی ہے۔ مگر دراصل سلسلہ کو خود ان کی ذات سے جس قدر فائدہ پہنچا تھا۔ اور جو خدمت وہ آخری وقت تک کرتے رہے۔ اور آئندہ جس کی ہم توقعات رکھتے تھے۔ اس سے وہ محروم ہو گیا۔ سلسلہ کو بہتر سے بہتر آدمی اور مخلص جاں نثار ملیں گے۔ اور میں آنے والے فدائیوں اور کارکنوں کی یہ کہہ کر نعوذ باللہ توہین نہیں کر رہا ہوں۔ مگر رشید وقت میں جو خوبیاں تھیں۔ وہ ہر شخص کو میسر نہیں آسکتی ہیں۔ یہ خدا کا ایک فضل تھا۔ رشید الدین کی وفات سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اخص صحابہ میں سے ایک اور کی کمی ہو گئی ہے۔ اور جس قدر یہ جماعت کم ہوتی جائیگی اسی قدر ہم لوز نبوت سے دور ہوتے جائینگے۔ اور یہ جیسی مصیبت ہے وہ ظاہر ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنے صدق و وفا کے امتحان میں کامیابی

حاصل کی۔ وہ ایک کامل ولی اللہ کی حیثیت سے ایک نفس مطمئنہ کے ساتھ راضیہ مرضیہ اپنے مولیٰ حقیقی سے جا ملے۔ اور ایک بامراد انسان کی طرح اٹھے۔ پس میں اس عریضہ کے ذریعہ کل جماعت کے ساتھ حق تعزیت ادا کرتا ہوں۔ کیونکہ میں اسے قومی صدمہ یقین کرتا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب کا سلسلہ کے لئے اپنے اموال اور نفس کی قربانی ایک نمایاں امر ہے۔ میں یقین رکھتا ہوں۔ خدا تعالیٰ انکی اولاد کو ضائع نہیں کریگا۔ اور وہ نہایت ذہین اور ذکی ہیں۔ ابھی ابھی ان کے ایک صاحبزادہ نے انٹرینس کا امتحان پاس کیا ہے اور وہ اپنے سکول میں اول رہا ہے۔ وہ سلسلہ کا ایک قابل قدر نوجوان انشاء اللہ ہو گا (خدا تعالیٰ ایسا ہی کرے) ایک کو وہ قرآن کریم حفظ کرا رہے تھے۔ اور ایک مدرسہ احمدیہ میں پڑھتا تھا۔ اور ایک یہاں انگلستان میں ڈاکٹری کی تعلیم پا رہا ہے۔ غرض وہ ایک وسیع کنبہ چھوڑ گئے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کے بچے قوم کی امانت ہیں

اور ان میں قابل قدر جوہر ہے۔ اگر ہم نے ان کی حفاظت نہ کی اور ان کی تعلیم و تربیت میں ذرا بھی غفلت کی۔ تو ہم خدا کے حضور اس کے لئے ضرور جوابدہ ہونگے۔ میں اس کے متعلق کچھ کہنا نہیں چاہتا۔ میرے دل میں بہت کچھ ہے۔ اسے میرا مولا کریم ہی جانتا ہے۔ میں اتنا کہوں گا کہ میں خود اب بڈھا ہوں اور اپنی پیاری بستی سے ہزاروں میل دور ہوں۔ اس فدائے سلسلہ کی اولاد بہت قابل قدر اور واجب التکریم ہے۔ اور سب کے سب عمدہ قابلیت اور ذہن رسا رکھتے ہیں۔ پس انکو سلسلہ کے لئے مفید بناؤ۔ اور وہ شخص جس نے اپنی ساری عمر سلسلہ کی خدمت میں صرف کر دی۔ اور اپنے اموال کو ہمیشہ قربان کیا۔ اور ایک جھونپڑا بھی اپنے لئے نہ بنانا چاہا۔ تم اس کی ان آرزوؤں کو جو وہ اپنی اولاد کو خادم سلسلہ بنانے کے لئے رکھتا تھا۔ پورا کرو۔ خدا تعالیٰ انکی اولاد کو یقیناً ضائع نہیں کریگا۔ اس لئے کہ مومن کی اولاد ضائع نہیں ہوتی۔ مگر ہمارا بھی فرض ہے کہ خدا تعالیٰ کے اس منشاء کو پورا کرنے کی سعادت ہم کو نصیب ہو۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں مقام رضا پر اٹھائے۔ اور ہم سب کو اس صدمہ عظیمہ میں توفیق صبر دے۔ آمین خاکسار عرفانی از لنڈن ٭

"ظل" کے معنے اور حضرت مسیح موعود کا ارشاد

اہل پیغام کے لئے قابل غور بات

مولوی محمد علی صاحب ایم اے نے بڑے زور کے ساتھ لفظ "ظل" اور "ظلی" پر بحث کی ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صاف اور روشن تحریرات کے ہوتے ہوئے خلاف منشاء متکلم "ظلی نبی" کو غیر نبی قرار دینے پر اصرار کر رہے ہیں۔ جس کیلئے ان کو عجیب در عجیب استدلال سوجھتے ہیں۔ چنانچہ آپ اپنے رسالہ "مسیح موعود اور ختم نبوت" میں فرماتے ہیں:۔

"(حضرت اقدس نے) پھر انکو ظلی نبوت کہہ کر یہ بھی بتا دیا کہ نبوت نہیں۔ کیونکہ ظل کا لفظ ساتھ لگانے سے اصلیت کا انکار مقصود ہوتا ہے۔ جیسے ظل اللہ کبھی اللہ کو نہیں کہہ سکتے بلکہ غیر اللہ کو کہیں گے۔ جس میں کوئی الٰہی صفت جلوہ گر ہو۔ جیسے حدیث میں سلطان عادل کو ظل اللہ کہا ہے اسی طرح نبوت کو ظلی نبوت نہیں کہیں گے۔ بلکہ ولایت کو نبوت ظلی کہا جائیگا۔ جو نبوت نہیں۔ مگر نبوت کے انوار اور برکات اس میں ہیں۔" ص۳۰

مولوی صاحب کے سارے استدلال کی بنیاد لفظ "ظل اور ظلی" کے فرق اور ان کی نسبت میں غلط فہمی پر ہے۔ کیونکہ اگر وہ اتنا ہی غور کرتے۔ کہ بیشک سلطان عادل کو "ظل اللہ" کہنا تو جائز ہے مگر "ظلی اللہ" کہنا غلط اور ناجائز۔ تو وہ اس حقیقت کو پا لیتے۔ اور "ظل اللہ" کو "ظلی نبی" کے لئے مقیاس قرار نہ دیتے۔ نیز سلطان عادل کو "ظل اللہ" کہنے میں تو اللہ کے لئے نسبت خلق کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ یعنی وہ سایہ جس کو خدا نے بنایا۔ اور پیدا کیا۔ مگر "ظلی نبی" کی صورت میں بھی تو نبی اور اس کے ظل میں کوئی نسبت نہیں۔ بجز اس نسبت تامہ کے جو تابع کو متبوع سے ہو سکتی ہے۔ اور بعد فنا فی الرسول کے اس تابع کو کمالات نبوت کا وارث کر دیتی ہے۔ پس "ظل اللہ" کو "ظلی نبی" کے معنوں کے سمجھنے کے لئے پیش کرنا غلطی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نصوص صریحہ اس رکیک استدلال کے مخالف واقع ہیں۔ جو کہ بارہا اخبارات کے ذریعہ درج ہو چکی ہیں۔ میں اس جگہ حضور کا ایک اور ارشاد پیش کرتا ہوں۔ جو ظل اور ظلی نبی کے جھگڑوں میں بوضاحت فیصلہ کر دیتا ہے۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"وہ کمالات متفرقہ جو تمام دیگر انبیاء میں پائے جاتے تھے وہ سب حضرت رسول کریمؐ میں ان سے بڑھ کر موجود تھے۔ اور اب وہ سارے کمالات حضرت رسول کریمؐ سے ظلی طور پر ہم کو عطا کئے گئے۔ اور اسی لئے ہمارا نام آدم۔ ابراہیم موسیٰ نوح۔ داؤد۔ یوسف۔ سلیمان۔ یحییٰ۔ عیسیٰ وغیرہ ہے۔ چنانچہ ابراہیم ہمارا نام اس واسطے ہے کہ حضرت ابراہیم ایسے مقام میں پیدا ہوئے تھے۔ کہ وہ بت خانہ تھا اور لوگ بت پرست تھے۔ اور اب بھی لوگوں کا یہی حال ہے کہ قسم قسم کے خیالی اور وہمی بتوں کی پرستش میں مصروف ہیں اور وحدانیت کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ پہلے تمام انبیاء ظل تھے نبی کریمؐ کی خاص خاص صفات میں اور اب ہم ان تمام صفات میں نبی کریم کے ظل ہیں۔ مولانا روم نے خوب فرمایا ہے

نام احمدؐ نام جملہ انبیاء است
چوں بیامد صد نود ہم پیش ما است۔"

(اخبار الحکم ۲۴ اپریل ۱۹۰۲ء ص۶)

اس عبارت میں تین باتیں بالصراحت ذکر کی گئی ہیں:۔

(اول) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ساری کمالات حضرت رسول کریمؐ سے ظلی طور پر عطا کئے گئے ہیں۔

(دوم) پہلے تمام انبیاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظل تھے۔ مگر خاص خاص صفات میں۔

(سوم) حضرت مرزا صاحب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظل ہیں۔ مگر "تمام صفات" میں۔

اب فیصلہ بالکل آسان ہے۔ اگر ظل کا لفظ ساتھ لگانے سے

اصلیت کا انکار مقصود ہوتا ہے۔ تو پھر ماننا پڑیگا کہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام میں کوئی بھی کمال نہ تھا۔ کیونکہ آپ کے جملہ کمالات ظلی طور پر آپ کو عطا کئے گئے تھے۔ اور ظل کا لفظ ساتھ لگنے سے اصلیت مفقود ہو جاتی ہے۔ بلکہ شق ثانی کے ماتحت یہ بھی اقرار کرنا پڑیگا۔ کہ "تمام انبیاء" میں سے کوئی بھی نبی نہ تھا۔ بلکہ سب غیر نبی تھے۔ کیونکہ وہ تو نبی کریم کے ظل تھے۔ اور لفظ ظل لگانے سے اصلیت کا انکار مقصود ہوتا ہے۔ لیکن اگر بایں صورت خاص خاص صفات میں ظل ہونے والوں کو نبی مانا جائے۔ تو پھر کس قدر ظلم ہوگا۔ اگر اس ہستی کو جو "تمام صفات" میں ظل ہے۔ غیر نبی بتلایا جائے۔ اور اس کی وجہ لفظ ظل کا ساتھ لگنا قرار دی جائے۔ مجھے امید ہے۔ کہ لفظ "ظل" کی پناہ لیکر "جری اللہ فی حلل الانبیاء" کی نبوت سے انکار کرنے والے احباب حضرت اقدس کے کلمات مبارکہ کے سامنے گردنیں جھکا دینگے۔ اور خدا کے رسول کے تخت گاہ سے تعلق پیدا کر کے سلک جماعت میں منسلک ہو جائیں گے۔ تاکہ وہ قدرت ثانیہ کے برکات سے متمتع ہو سکیں۔

خاکسار:۔ اللہ دتا جالندہری (مولوی فاضل) قادیان

سکھوں میں تبلیغ

ناظرین کرام کو معلوم ہونا چاہیئے کہ سکھوں میں تبلیغ اور بحث مباحثہ کے لئے آریوں اور غیر احمدیوں کی طرح کئی مضامین مختلفہ کی تیاری نہیں کرنی پڑتی۔ یہاں تو صرف ایک ہی بحث اور مضمون ہوتا ہے۔ کہ گورو نانک جی مسلمان تھے یا ہندو۔ سو ہمارے پاس ان کے مسلمان ثابت کرنے کے لئے پندرہ بیس ایسے دلائل ہیں۔ جن کا توڑنا عرصہ تیس سال سے غیر ممکن ہو رہا ہے۔ عیسائیوں اور آریوں سے بحث کرنے میں کئی پیچیدہ مسائل پر گفتگو آ پڑتی ہے۔ اس لئے وہاں زیادہ محنت اور مطالعہ کتب کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ لیکن سکھوں کے ساتھ گفتگو اور بحث میں صرف ایک ہی مضمون پر بحث ہوا کرتی ہے۔ پس میں بفضلہ تعالیٰ دعویٰ سے کہتا ہوں۔ کہ میں ایک ہی ہفتہ میں اس مضمون کو بخوبی مع ضروری حوالجات گرنتھ صاحب جنم ساکھی بھائی بالا کلاں وغیرہ کے طیار کرا سکتا ہوں۔ اور اگر گورمکھی بھی سیکھنی ہو۔ تو دو ہفتہ اور صرف کرنے سے یہ بھی سیکھی جا سکتی ہے۔ جس سے سکھوں کو مزید تسلی ہو سکتی ہے۔ جو جامع لیکچر میں لکھانا چاہتا ہوں۔ اس میں وہ تمام ضروری حوالجات درج ہونگے۔ جن کا دوران مباحثہ میں تذکرہ یا مانگ ہوتی ہے۔

مجھ سے تنتیس ۳۳ مباحثات ہوئے۔ صرف دو مقامات پر حوالجات دکھانے کی ضرورت پڑی ہے۔ ورنہ چند حوالجات اور شبد سنانے سے ان کے چھکے چھوٹ جاتے ہیں۔ اور ہاں جی ہاں جی کرنے لگ پڑتے ہیں۔ پس اس قوم میں تبلیغ کے لئے ایک مضمون کا تیار نہ کرنا ہماری ناقابل عفو تقصیر اور کوتاہی ہے۔ جس کا ہمیں عند اللہ جوابدہ ہونا پڑے گا۔ آخر یہ قوم بھی ہماری پڑوس میں مستحق تبلیغ ہے۔

ماسٹر عبدالرحمن سابق مہر سنگھ از قادیان

پادری عبدالحق صاحب کا حشر شیخوپورہ میں

انجمن احمدیہ شیخوپورہ کا جلسہ سالانہ ۲۳ تا ۲۵؍ جولائی مقرر تھا۔ جس کے لئے پادری عبدالحق صاحب مسیحی انبالہ سے ۲۱؍ جولائی کی شام کو شیخوپورہ پہنچے۔ انجمن احمدیہ شیخوپورہ نے بہ تحریک رؤسا و شرفا شیخوپورہ بحضور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اس امر کی درخواست کی۔ کہ قادیان سے مذکورہ بالا تاریخوں پر مبلغین شیخوپورہ بھیجنے کی اجازت فرمائیں۔ چنانچہ ۲۲؍ جولائی کی شام کو جناب حافظ روشن علی صاحب مع مولوی اللہ دتا صاحب و مولوی علی محمد صاحب شیخوپورہ تشریف لائے۔

۲۳؍ جولائی کی شام کو پادری عبدالحق نے اپنا لیکچر تناسخ کے مضمون پر دیا۔ جس پر پنڈت صاحبان نے بعد از اختتام لیکچر اعتراضات کئے۔

بموجب پروگرام ۲۳؍ جولائی کی شام کو پادری سلطان محمد صاحب پال کا لیکچر نجات پر تھا۔ لیکن چونکہ وہ جلسہ پر نہ آئے اس لئے پادری عبدالحق صاحب نے عالمگیر مذہب پر لیکچر دیا۔ لیکچر کے شروع ہونے سے پیشتر ڈاکٹر عنایت اللہ صاحب مسیحی سکرٹری انجمن حزب الاحناف شیخوپورہ نے پادری چونی لال انچارج مشن سے اپنے ان خطوط کے جواب کا مطالبہ کیا جو انہوں نے دو چار روز پیشتر ان کو تحریر کئے تھے۔ اور کہا کہ پادری صاحب کے ایک گھنٹہ کی تقریر کے بعد ہمیں بھی ایک گھنٹہ ان کے جواب کے لئے دیا جائے۔ اور بعد ازاں فریقین سوال و جواب کریں۔ اس پر پادری چونی لال صاحب تو خاموش رہے۔ لیکن پادری عبدالحق صاحب نے اتنا وقت دینے سے انکار کر دیا۔

پادری عبدالحق صاحب کا مضمون عالمگیر مذہب پر زیر صدارت چودہری شاہ محمد صاحب بیرسٹرایٹ لاء شیخوپورہ شروع ہوا۔ حاضرین کی تعداد جلسہ کے شروع ہی سے کم از کم ۷۰۰ کے قریب ہو گئی تھی۔ جملہ اہل اسلام نے یہ فیصلہ کر لیا۔ کہ ہماری طرف سے مولوی اللہ دتا صاحب جالندہری مولوی فاضل پادری عبدالحق صاحب کی تقریر پر اعتراضات کریں

مولوی صاحب نے اپنی چند منٹ کی تقریر میں پادری عبدالحق صاحب کے تمام پیش کردہ دلائل کی عقلی و نقلی طور سے تردید کی۔ اور عوام الناس پر یہ بات ثابت کر دی کہ عیسائیت کے متعلق یہ کہنا کہ یہ عالمگیر مذہب ہے غلط ہے۔ ساتھ ہی انہوں نے نہایت مدلل پیرایہ میں یہ ثابت کیا کہ دنیا میں ایک ہی ایسا مذہب ہے۔ جو ہر پہلو میں ہر زمانہ میں اور ہر ایک قوم کے لئے عالمگیر کہلانے کا مستحق ہے اور وہ "اسلام" ہے۔

عجیب تر بات یہ تھی۔ کہ مولوی صاحب نے پادری صاحب کے دلائل کی تردید ان کی کتاب انجیل سے ہی کی۔

پادری صاحب سے مولوی صاحب کے کسی ایک اعتراض کا جواب بھی نہ بن آیا۔ مگر ایک گھنٹہ ان کو یہ زحمت اٹھانی ہی پڑی۔ اسوقت پادری صاحب کی بے تابی اور حواس باختگی کا یہ حال تھا۔ کہ منطق و فلسفہ جس پر کہ وہ پھولے نہ سماتے تھے۔ قطعاً بھول گیا۔ حتیٰ کہ ان کی زبان سے صحیح الفاظ کا نکلنا بھی مشکل ہو گیا۔

گفتگو کے بعد اعلان کیا گیا۔ کہ ۹ بجے کے قریب جناب حافظ صوفی روشن علی صاحب کا لیکچر عالمگیر مذہب پر ہوگا۔ اور ہم ڈنکے کی چوٹ سے پادری صاحب کو چیلنج دیتے ہیں۔ کہ وہ ہمارے لیکچر میں آئیں۔ ان کو ایک گھنٹہ پورا تقریر کرنے کے لئے دیا جائیگا۔ اور بعد میں سوال و جواب کر سکتے ہیں۔ اس پر پادری صاحب نے کہا کہ تحریری چیلنج دو۔ ہم نے جھوٹے کو اس کے گھر تک پہنچانے کے لئے چند ایک معزز اراکین انجمن حزب الاحناف کی معرفت چیلنج تحریری مشن میں پہنچا دیا۔ مگر پادری عبدالحق صاحب کو نہ جرأت ہو سکتی تھی۔ نہ ہوئی۔ اور یہاں تک اثر ہوا۔ کہ اپنے پروگرام شائع کردہ کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ۲۶؍ کی بجائے ۲۴؍ کی صبح کو ہی شیخوپورہ سے چلے گئے۔

پونے دس بجے حضرت حافظ صاحب کی تقریر شروع ہوئی اور ۱۲ بجے خیر و خوبی کے ساتھ ختم ہوئی۔ سامعین کی تعداد بفضلہ تعالیٰ کافی تھی۔ حافظ صاحب کی تقریر کا سامعین پر خاص اثر ہوا۔ علاوہ ازیں ۲۳؍ جولائی کی صبح کو جناب حافظ صاحب۔ مولوی اللہ دتا صاحب اور مولوی علی محمد صاحب اجمیری کی تقریریں ہوئیں۔

خاکسار:۔ محمد شفیع خان تبلیغی سکرٹری انجمن احمدیہ شیخوپورہ

وصیت داخل دفتر

چودہری شاہ محمد صاحب ولد چودہری نظام الدین صاحب جٹ نمبردار موضع لکھنپیں (کھنپیں) ضلع سیالکوٹ جنہوں نے ۳½ گھماؤں اپنی جائداد کے ۱⁄۱۰ حصہ کی بحق صدر انجمن احمدیہ وصیت کی تھی۔ چونکہ چودہری صاحب موصوف نے باوجود بار بار کی یاد دہانیوں کے یعنی ۱۹۲۰ء سے ۱۹۲۶ء تک لگاتار

سال کی خط وکتابت کے چندہ شرط اوّل داخل نہیں کیا۔ نہ اپنی وصیت کردہ جائداد کا ہبہ کرا دیا۔ نہ ہی وصیت نامہ رجسٹری کرا کر دیا ہے۔ اور نہ ہی اپنی وصیت کو دو اخباروں میں مشتہر کیا ہے۔ اسلئے بوجہ عدم پیروی وصیت ۱۸۹۲ داخل دفتر کرکے اعلان کیا جاتا ہے۔ محمد سرور سکرٹری مجلس کارپرداز مصالح

مولوی محمد علی صاحب کا عقیدۂ نبوت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ کی زندگی میں

انجمن حمایت اسلام لاہور کے رسالہ ماہ مئی ۱۹۰۵ء میں قاضی محمد سلیمان صاحب نے اپنے ایک مضمون میں اصولی طور پر اسلام اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی دلیل دیتے ہوئے لکھا تھا:۔

"اس وقت جب کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پانچ چھ آدمیوں سے زیادہ نہ تھے۔ جن کو رہنے کا ٹھکانہ اور کھانے کو آب ودانہ نہ تھا۔ اس وقت خدا کا ازلی وابدی کلام آنحضرت صلعم کو یوں تسلی دیتا تھا۔ خدا تیرے با ایمان باعمل لوگوں کو ارض مقدس کا مالک بنائے گا۔ اور تمہارے دین کو جو خدا کا پسندیدہ ہے۔ دنیا میں استحکام بخشے گا۔ اور تمہارے خوف وہراس کو امن وسلامتی سے بدل ڈالے گا۔ غور کرو۔ کیا ایسی مصیبت کا مارا ایسی پیشگوئی کرسکتا ہے۔ جب کہ اس کی تعلیم خدا کی طرف سے نہ ہو"

صداقت کی اس دلیل کو مولوی محمد علی صاحب نے نقل کرکے لکھا:۔

"ہم امید کرتے ہیں۔ کہ جن صاحب نے یہ دلیل صداقت اسلام پر دی ہے۔ اور جن صاحبوں نے اسے پسند کیا ہے۔ وہ اپنی آنکھوں کے سامنے آج دوبارہ اسی دلیل کا نقشہ پیش ہوتا ہوا دیکھ کر گھبرا نہیں جائیں گے۔ بلکہ ایک صداقت کو جو ان کی اپنی مسلمہ دلیل سے جو درحقیقت ایک نہایت قوی اور زبردست دلیل ہے۔ صداقت ثابت ہوتی ہے۔ انشراح صدر سے قبول کرنے کے لئے تیار ہوں گے۔ جس طرح ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالے نے آپ کی تنہائی اور بیکسی میں بڑی بڑی نصرتوں کے وعدے دیئے۔ اور پھر آپ کی زندگی میں ہی ان کو پورا کرکے آپ کا منجانب اللہ ہونا کھلے طور پر ثابت کردیا۔ بعینہٖ اسی طرح آج ایک شخص نے اس سے قریباً تیس سال پیشتر خدا کی طرف سے ہونے اور خدا سے وحی پانے اور ہمکلام ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اور اس دعویٰ کی تائید میں یہی بات پیش کی۔ کہ خدا مجھے اس طرح بیکس اور تنہا نہیں چھوڑے گا۔ جیسا کہ تم آج دیکھتے ہو۔ بلکہ بڑی بڑی نصرتیں ظاہر کرے گا۔ ایک عظیم الشان جماعت کو میری طرف کھینچ لائے گا۔ اور ایک عالی شان سلسلہ قائم کرے گا۔ یہ باتیں چند سننے والوں تک محدود نہ رہیں۔ بلکہ کتابوں میں شائع ہوکر لاکھوں انسانوں کے کانوں تک قبل از وقت پہنچائی گئیں۔ یہ مدعی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہیں جن کی کتاب براہین احمدیہ میں یہ تمام پیشگوئیاں بڑی وضاحت سے بیان ہوکر کھلے طور پر شائع ہوچکی ہیں۔ اور جن کے پورا ہونے سے آپ کے منجانب اللہ ہونے پر آج ہمیں وہی دلیل دوبارہ ملتی ہے۔ جو قرآنی پیشگوئیوں نے آج سے تیرہ سو سال پہلے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر قائم کی تھی"

(ریویو آف ریلیجنز۔ جولائی ۱۹۰۷ء جلد ۶ عـ۷ صفحہ ۲۶۹۔۲۷۰)

صداقت کی یہ روشن دلیل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے کسی مجدد نے پیش نہیں کی۔ یہ دلیل صرف مدعی نبوت ہی کی طرف سے پیش ہوسکتی ہے۔ جیسا کہ مولوی صاحب موصوف اسی دلیل کو وضاحت سے تحریر فرماتے ہوئے اسی ریویو کے صفحہ ۲۷۰ پر رقمطراز ہیں:۔

"آج مسلمان ایک شخص کے خلاف جس نے خدا سے الہام پاکر خدا کی طرف سے ہونے کا دعویٰ کیا۔ انہی پہلی ہلاک شدہ قوموں کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ کاش وہ سمجھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوے کی صداقت کو پرکھنے کے لئے منہاج نبوت پر اگر کوئی شخص چلے۔ تو ایک لحظہ کیلئے بھی اس کے دل میں کوئی شبہ باقی نہیں رہ سکتا۔ گذشتہ مذہبی تاریخ پر نظر ڈال کر غور کرو۔ کہ جن لوگوں نے کسی مدعی نبوت کو قبول کیا۔ انہوں نے کس وجہ اور کن دلائل پر قبول کیا۔ اور جنہوں نے انکار کیا۔ ان کا انکار کس بنا پر تھا۔ طالب حق کو جو طریق اختیار کرنا چاہیئے۔ وہ یہ ہے کہ آیا کھلا کھلا ثبوت مدعی کی صداقت کا ملتا ہے۔ یا نہیں۔ پس جب ایسا ثبوت موجود ہو۔ تو اعتراضوں سے جو ایک شخص کی ذات پر کئے جاویں۔ کوئی فائدہ مقصود نہیں۔ پس اصل حقیقت پر پہنچنے کے لئے ضرورت اس امر کے دیکھنے کی ہے۔ کہ جو ثبوت پیش کیا جاتا ہے۔ وہ کیا ہے۔ اور منہاج نبوت پر وہ ثبوت اطمینان بخش ہے یا نہیں"

مولوی محمد علی صاحب کی یہ تحریر واضح طور پر بتا رہی ہے کہ مولوی صاحب کا عقیدہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں کیا تھا۔ اس عظیم الشان انسان کو جسے آج "مرزا غلام احمد قادیانی" اور "مجدد" کہا جاتا ہے۔ مولوی صاحب اسے عظیم الشان نبی مانتے تھے۔ اور آپ کی صداقت کے دلائل بھی وہی پیش کرتے تھے۔ جو افضل الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت میں پیش کئے جاتے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مخالفوں میں مدعی نبوت کی حیثیت میں پیش کرتے اور آپ کی نبوت کو منہاج نبوت پر پرکھنے کی دعوت دیتے تھے۔ اگر حضرت مرزا صاحب نبی نہیں تھے تو کیا کسی مجدد کو بھی مدعی نبوت کی حیثیت میں پیش کیا جاتا ہے۔ اور کیا اس کی صداقت کو منہاج نبوت پر پرکھا جاتا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ غیر مبائعین کس طرح دعوے کرتے ہیں۔ کہ نبوت مسیح موعود کا عقیدہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی اختراع ہے۔

حقیقت یہی ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں آپ کے پیرو آپ کو نبی یقین کرتے تھے اور مخالفین کے سامنے بھی آپ کی نبوت کو کمال جرأت کے ساتھ پیش کرتے تھے۔ جیسا کہ مذکورہ بالا سطور میں مولوی محمد علی صاحب نے پیش کیا ہے اور پیش بھی کیا ہے۔ تو کسی مجدد کی حیثیت میں نہیں۔ بلکہ ایسے عظیم الشان نبی کی حیثیت میں جس کے انکار کی وجہ سے قومیں ہلاک ہوجاتی ہیں۔ جیسا کہ اس کے آگے اسی صفحہ پر مولوی صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

"میں نے اس مختصر مضمون میں ایک ثبوت بعینہٖ اسی کا ہمرنگ جس کو ہمارے مخالف مسلمان بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل سمجھتے ہیں۔ پیش کیا ہے۔ کسی شخص کو اور خصوصاً اس شخص کو جو مذہب اسلام پر چلنے کا دعویٰ کرتا ہے۔ یہ حق نہیں پہنچتا۔ کہ اس روشن ثبوت سے آنکھیں بند کرکے گذر جائے۔ اور نکتہ چینی اور عیب گیری کو اپنا پیشہ بنالے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ آج کل اکثر لوگ اور کثیر حصہ مسلمانوں کا خصوصاً وہ لوگ جو مولوی اور علماء کہلاتے ہیں۔ وہ اسی غلطی میں پڑے ہوئے ہیں جس میں پڑکر پہلی قومیں ہلاک ہوگئیں"

مذکورہ بالا حوالجات میں علاوہ نبوت حضرت مسیح موعود کے مولوی صاحب نے کفر واسلام کا بھی فیصلہ فرما دیا ہے۔ وہ اس طرح کہ جو قومیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا انکار کریں گی۔ وہ اسی طرح ہلاک ہوجائیں گی۔ جس طرح پہلے انبیاء کا انکار کرنے والی قومیں ہلاک ہوگئیں۔ اور وہ قومیں وہی تھیں۔ جن کا ذکر اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف میں بار بار "کفار" کے نام سے کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید ہے۔ کہ یہ چند سطور احباب کے لئے موجب ازدیاد ایمان ہونگی۔ اور غیر مبائعین بھی حق کی طرف رجوع کرنے کے متعلق فیصلہ کر سکیں گے۔ کہ اصلی اور سیدھی راہ کونسی ہے۔ اور کہ عقیدۂ نبوت حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں ہی جماعت کے اندر موجود تھا۔ اور کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کا ایجاد کردہ نہیں ہے۔ اگر ناظرین مولوی محمد علی صاحب کا وہ تمام مضمون جو کہ شاندار مستقبل کی پیشگوئی کے عنوان کے نیچے ریویو آف ریلیجنز بابت ماہ جولائی ۱۹۰۷ء میں چھپا ہے۔ اور جس سے میں نے مذکورہ بالا حوالجات اخذ کئے ہیں پڑھیں گے تو از حد مستفیض ہونگے۔ دوسرے ان کو پتہ لگ جائے گا۔ کہ مولوی صاحب حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں ان کو کیا سمجھتے تھے۔ اور کس حیثیت میں دنیا کے سامنے پیش کرتے تھے۔ اور تبدیلئ عقیدہ کا الزام کس پر عائد ہوتا ہے۔

(خاکسار محمد اسماعیل کلرک از لاہور)

کونسل اور اسمبلی کے رائے دہندگان

(ب)

لیجسلیٹو کونسل پنجاب اور لیجسلیٹو اسمبلی کے پنجاب کے حلقہ جات نیابت کی ابتدائی فہرست ہائے رائے دہندگان ۱۰ر اگست ۱۹۲۶ء کو شائع کی جائے گی۔ ہر ضلع کی فہرست ہائے رائے دہندگان اس ضلع کے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر اور صاحب ڈسٹرکٹ جج بہادر کے دفتروں میں اور ان فہرستوں کے متعلقہ حصے ڈسٹرکٹ بورڈوں۔ میونسپل کمیٹیوں۔ تحصیلوں۔ تھانوں ڈاکخانوں اور پٹواریوں کے دفتروں میں آویزاں کئے جائینگے یہ فہرستیں صاحبان ڈپٹی کمشنر کے دفتروں میں برائے فروخت موجود ہیں۔

ہر شخص کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت لیجسلیٹو کونسل پنجاب کے لئے رائے دینے کا حق حاصل ہے۔ بشرطیکہ اس میں مندرجہ ذیل صفات موجود ہوں:۔

قصباتی حلقہ جات نیابت کی صورت میں اگر وہ شخص اس حلقہ نیابت میں سکونت رکھتا ہے۔ اور (الف) گذشتہ بارہ ماہ کے عرصہ میں ماسوائے ایسی زمین کے جس پر معاملہ تشخیص کیا گیا ہے کسی دیگر جائداد غیر منقولہ کا جس کی قیمت چار ہزار روپیہ یا جس کا سالانہ کرایہ ۹۶ روپیہ سے کم نہ ہو۔ مالک ہے۔ یا (ب) ماسوائے ایسی زمین کے جس پر معاملہ تشخیص کیا گیا ہے۔ کسی دیگر جائداد غیر منقولہ کا جس کا سالانہ کرایہ ۹۶ روپیہ سے کم نہ ہو۔ گذشتہ بارہ ماہ بحیثیت کرایہ دار قابض رہا ہو۔ یا (ج) سال گذشتہ میں اس پر براہ راست محصول میونسپل کمیٹی یا محصول چوکیداری تشخیص کیا گیا ہو۔ جس کی مالیت پچاس روپیہ سے کم نہ ہو۔ یا (د) سال ۲۶-۱۹۲۵ء میں اس پر انکم ٹیکس تشخیص کیا گیا ہو۔ یا (ہ) حضور ملک معظم کی باقاعدہ افواج کا ریٹائرڈ شدہ پنشن یافتہ یا ڈسچارج شدہ افسر نان کمیشن افسر یا سپاہی۔ یا (و) دیہاتی حلقہ جات نیابت کی صفات رائے دہندگان میں سے کوئی صفت رکھتا ہو۔

دیہاتی حلقہ جات نیابت کی صورت میں وہی صفات جو قصباتی حلقہ جات نیابت کے لئے مقرر کی گئی ہے۔ حق رائے دہندگی بخشینگی۔ اور ان کے علاوہ مفصلہ ذیل اشخاص کو رائے دینے کا حق حاصل ہوگا۔ کوئی شخص جو اس حلقہ نیابت میں سکونت رکھتا ہو۔ اور جو (الف) اس حلقہ نیابت میں۔ ذیلدار۔ انعامدار سفید پوش یا نمبردار ہو۔ یا (ب) ایسی اراضی کا مالک ہو۔ جس پر معاملہ تشخیص کیا گیا ہے۔ جو ۲۵ روپیہ سالانہ سے کم نہیں یا (ج) معافی دار یا جاگیردار ہو۔ جس کی معافی یا جاگیر ۲۵ روپیہ سالانہ سے کم نہیں۔ یا (د) کسی پٹہ کی شرائط کے ماتحت کم از کم تین سال کے لئے کسی سرکاری زمین کا پٹہ دار یا مزارع ہے جس کا کم از کم ۲۵ روپیہ سالانہ لگان ہے۔ بشرطیکہ جب قابل ادائیگی رقم فصل بفصل متعین کی جائے۔ تو سالانہ لگان جو ایسے شخص کو ادا کرنا پڑے وہ تاریخ اشاعت سے تین سال قبل کے لئے سالانہ اوسط کی صورت میں شمار ہوگا یا (ہ) حق موروثیت کے ساتھ جس کی کہ ایکٹ مزارعان پنجاب مجریہ ۱۸۸۷ء کے دوسرے باب میں تعریف کی گئی ہے ایسی زمین کا دخیلکار ہو۔ جس کا معاملہ ۲۵ روپیہ سے کم نہیں۔

خاص حلقہ جات نیابت یعنی زمینداروں کا حلقہ نیابت بلوچ تمنداروں کا حلقہ نیابت۔ یونیورسٹی کا حلقہ نیابت۔ تجارتی حلقہ نیابت اور صنعتی حلقہ نیابت نیز لیجسلیٹو اسمبلی کے حلقہ ہائے نیابت کے متعلق صفات کی تحقیق بذریعہ درخواست بر صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر یا ایکسٹرا کمشنر بہادر کے دفتر سے کی جا سکتی ہے۔ ہر اس شخص کو جو رائے دینے کا حقدار معلوم ہوتا ہے مشورہ دیا جاتا ہے۔ کہ وہ ابتدائی فہرست ہائے رائے دہندگان کا اس غرض سے ملاحظہ کرے۔ کہ آیا اس کا نام بحیثیت رائے دہندہ فہرست رائے دہندگان میں درج ہے یا نہیں فہرست رائے دہندگان میں نام درج کرانے کے متعلق دعاوی یا کسی شخص کا نام فہرست میں مندرج ہونے کے خلاف اعتراضات فہرست کے شائع ہونیکی تاریخ سے ۲۱ یوم کے اندر اندر پیش کئے جانے لازم ہیں۔ دیہاتی فہرست ہائے رائے دہندگان کے متعلق دعاوی اور اعتراضات تحصیل کے دفتر میں پیش کئے جاویں۔ اور اگر دعاوی اور اعتراضات قصباتی فہرست ہائے رائے دہندگان کے بابت ہوں۔ تو ڈپٹی متعلقہ کے دفتر میں شائع کرنیکے وقت تمام فہرست ہائے رائے دہندگان کے ساتھ نوٹس جن سے دعاوی اور اعتراضات پیش کرنے کا صحیح طریقہ واضح ہوگا شامل ہونگے۔ اور تمام ان اشخاص کو جنہیں دلچسپی ہے۔ مشورہ دیا جاتا ہے۔ کہ ان نوٹسوں کو غور سے پڑھیں۔

(مظفر خاں ڈائرکٹر محکمہ اطلاعات پنجاب)

ہندو مسلم مناقشات کے متعلق احمدیہ کانفرنس بنگال کا ریزولیوشن

(بنگال)

جناب احمد علی صاحب پردھان سیکرٹری احمدیہ کانفرنس بنگال مطلع فرماتے ہیں:۔

دی ناردرن بنگال احمدیہ کانفرنس ۱۸-۱۹ر جولائی کو بیلاکوبا جل پیگوڑی میں منعقد ہوئی۔ اسمیں احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی پرامن طریق پر تبلیغ کرنے کے ذرائع اور جماعت کی روحانی۔ تعلیمی اور اقتصادی حالت کو ترقی دینے کے وسائل پر غور کیا گیا جماعت احمدیہ کے نمائندے بنگال کے مختلف حصوں سے اسمیں شامل تھے۔ مولانا حکیم خلیل احمد صاحب مونگھیری بھی رونق افروز تھے۔ اور آپ نے کئی ایک لیکچر بھی دیئے۔ جن سے احباب میں ایک جوش اور سرگرمی پیدا ہو گئی ہے۔ علاوہ ازیں موجودہ ہندو مسلم فسادات کے متعلق حسب ذیل ریزولیوشن بھی پاس کیا گیا ہے۔

"یہ کانفرنس ان تمام فرقہ وارانہ مناقشات پر متاسفانہ طریق پر اظہار نفرین کرتی ہے۔ جو مذہب کے نام پر صوبہ بنگال کے مختلف حصوں میں ہو رہے ہیں۔ کانفرنس کی رائے میں موجودہ خطرناک حالت دونوں فریقوں کے صرف ان خود غرض اور کوتاہ بین لوگوں کی ریشہ دوانیوں اور مخویانہ کارروائیوں سے پیدا ہوئی ہے۔ جو نادان لوگوں کے احساسات اور ملی تنازع کو بھڑکاتے رہتے ہیں۔ کانفرنس کی یہ رائے بھی ہے۔ کہ ان دونوں فریقوں کے فوائد "عفو و فراموش" کی حکمت عملی میں مضمر ہیں۔ یا مشترکہ مفاد کے لئے ہم آہنگی۔ صلح اور اس پروگرام پر بغیر درنگ کے عمل پیرا ہونے میں جو ملک کی تمام جماعتوں کے امن اور آرام کو بڑھانے کے لئے تجویز کیا گیا ہے"

علاقہ مالابار کے چندۂ خاص کی فہرست

علاقہ مالابار کے امیر جماعت مولوی محمد عبد اللہ صاحب مولوی فاضل نے چندہ خاص کی تین فہرستیں ارسال فرمائی ہیں۔ جو کنانور۔ پینگاڈی اور کالی کٹ کی ہیں جماعت پینگاڈی کا وعدہ ۰-۱-۷۹ روپے تحریر فرمایا ہے۔ اس جماعت نے ۲۰ر جولائی تک بجائے ۰-۱-۷۹ کے ۰-۱-۹۲ روپے کی رقم داخل فرمائی ہے۔

کالی کٹ میں ایم احمد صاحب جنرل سیکرٹری نے چندہ خاص میں ۵۰ فیصدی کے حساب سے ۰-۱-۵۰ روپے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اسی طرح پینگاڈی کی جماعت سے امیر جماعت کا وعدہ ۵۰ فیصدی کے حساب سے ہے اور رقم بھی داخل ہو چکی ہے۔ امیر جماعت مالابار کی سعی اور کوشش کا شکریہ ادا کرتے ہوئے دوسری جماعتوں کو جن سے چندہ خاص کی وعدے یا رقم موصول نہیں ہوئی توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ جلد سے جلد چندہ خاص کے لئے توجہ فرمائیں۔

(محمد اشرف ناظر بیت المال)

ممالک غیر کی خبریں

—— لنڈن ۲۶ ر جولائی ۔ آج دار العوام میں مسٹر اے ایم سیموئیل نے کہا۔ کہ ۳۰ ر اپریل سے لے کر اب تک عام ہڑتال اور کوئلہ کے رک جانے کے سبب سے قریباً ۱۵ کروڑ پونڈ کا نقصان ہؤا ہے ؎

—— ٹوکیو (جاپان) ۳۰ ر جولائی ۔ تین سو آدمی غائب ہیں یہ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ ٹینکانا میں سیلاب کی وجہ سے سب کے سب غرقاب ہو گئے۔ تیس ہزار ایکڑ دھان کا کھیت تہ آب ہو گیا تھا۔ اب تک صرف تیس لاشیں بر آمد ہوئی ہیں ؎

—— قاہرہ ۲۸ ر جولائی ۔ جس وقت مصری پارلیمنٹ میں مباحثہ جاری تھا ۔ ایک اُلّو اڑ کر اندر پہونچا ۔ اُلّو کو منحوس جانور کہا جاتا ہے ۔ اجلاس میں کہرام مچ گیا ۔ تمام ممبر اُلّو اڑانے میں لگ گئے جلسہ ملتوی کر دینا پڑا ؎

—— لنڈن ۲۹ ر جولائی ۔ ایک بلڈاگ ٹیریر نے کراون ہوٹل واقع کاہم کے باورچیخانہ میں آگ لگی دیکھکر اس قدر چلاّنا اور بھونکنا شروع کیا ۔ کہ تمام آدمی گھبرا کر بیدار ہو گئے ۔ کتے کے مالک نے پلنگ کی چادروں کی رسیاں بنا کر لوگوں کو نیچے اتارا ۔ اور ان کی جان بچائی ۔ جس وقت آگ بجھانے والے باورچیخانہ میں گئے ۔ تو کیا دیکھتے ہیں ۔ کہ کتا دروازہ کی چوکھٹ کے قریب ایک بلی کے بچہ کو سینہ کے نیچے دبائے بیٹھا ہے ۔ اور آگ کے شعلوں سے بچا رہا ہے ۔ فائر بریگیڈ کے آنے تک تمام ہوٹل جل کر خاک ہو گیا ؎

—— میکسیکو شہر ۔ ۳۰ ر جولائی ۔ آج بڑے گرجے میں تقریباً ساٹھ ہزار نفوس کھچا کھچ بھرے تھے ۔ انہیں یہ خیال تھا کہ یکم اگست سے پہلے پہلے بپتسمہ لے لیں ، کیونکہ اس کے بعد گرجوں کا انتظام حکومت کے ہاتھ میں آجائے گا ۔ گرجا کے اندر اس قدر گرمی تھی ۔ کہ تین بچے مر گئے اور کئی عورتیں بیہوش ہوئیں ۔ پادری صاحب بھی کئی دفعہ بیہوش ہوئے ۔ لیکن وہ مراسم برابر ادا کرتے رہے ؎

—— الفضل کمپنی بمبئی کو شاہ حجاز کا حسب ذیل برقی پیغام اشاعت کے لئے موصول ہؤا ہے ۔ بعض شریر اور مفسدہ پرداز لوگ ہمارے خلاف یہ پروپیگنڈا پھیلا رہے ہیں ۔ کہ ہم رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کو منہدم کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں ۔ یہ سراسر بے بنیاد اور افترائے محض ہے ۔ ہم تو روضہ اطہر کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتے ہیں ۔ یہ بیان شائع کر کے اس جھوٹی افواہ کی تردید کر دیجئے ؎

—— دار العوام میں لفٹنٹ کرنیل سر ایف ہال نے استفسار کیا ۔ کہ افغانستان کی ہوائی طاقت کس قدر ہے ۔ اور سنہ ۱۹۲۳ء کے مقابلہ میں اس میں کس قدر اضافہ ہؤا ۔ کیا اس طاقت کی ٹریننگ و ترقی دیسیوں کے ہاتھ میں ہے ۔ اگر نہیں تو حکومت افغانستان اس بارہ میں کس قوم سے مشورہ لیتی ہے ۔ لارڈ ونٹرٹن نے کہا ۔ کہ "افغانستان کی ہوائی طاقت ۱۲ مشینوں اور ۳۶ ہوا بازوں پر مشتمل ہے ۔ تقریباً سارے آدمی روسی ہیں ۔ یہ سب طاقت سنہ ۱۹۲۳ء سے بعد منصہ ظہور پر آئی ہے ۔ اس سے قبل چند ایک مشینیں تھیں ۔ لیکن وہ پرواز کے قابل نہیں تھیں ۔ اس لئے وہ موجودہ ہوائی طاقت میں شمار نہیں کی گئیں ۔ اس طاقت کی کمان ایک افغان کے ہاتھ میں ہے ۔ لیکن تربیت و ترقی کے متعلق روسی مشورہ دے رہے ہیں"

—— بغداد ۱۶ ر جولائی ۔ سابق شاہ حجاز حسین جو جزیرہ قبرص میں فراغت کے دن بسر کر رہے ہیں سخت بیمار ہیں ۔ حال ہی میں ان کے بیٹے ملک فیصل نے فرانس و انگلستان کی طرف جاتے ہوئے ان سے ملاقات کی ۔ بغداد کی اطلاع مظہر ہے کہ شاہ حسین نے جو جزیرہ قبرص میں دس ہزار پونڈ بطور خیرات مسجدوں و گرجوں پر تقسیم کیا ہے ؎

—— پیرس ۳ ر اگست ۔ موسیو وونڈو دیناں ایک ماہ کے لئے شام میں واپس آئیں گے ۔ تاکہ اپنے پروگرام کو پورا کر دیں لیکن اکتوبر میں اپنا وقت ختم ہو جانے پر اپنے منصب پر پھر قائم ہونے کی کوشش نہ کرینگے ؎

—— قسطنطنیہ ۳ ر اگست ۔ عدالت خاص کے اجلاس میں جو سمرنا کی سازش کے بانیوں میں سے سولہ کو سزائے موت دے چکی ہے ۔ اب انگورہ میں ۶۰ آدمیوں کا مقدمہ پیش ہے یہ سب کے سب انجمن اتحاد و ترقی کے ارکان ہیں ۔ جس میں زاہد پاشا سابق وزیر خارجہ اور عزمی پاشا وغیرہ بھی شامل ہیں ۔ وکیل سرکار نے ۱۶ کے لئے جلا وطنی اور ۱۰ کے لئے سزائے موت کا مطالبہ کیا

ہندوستان کی خبریں

—— بمبئی ۳ ر اگست ۔ انڈین ڈیلی میل کے نامہ نگار خصوصی متعینہ حیدر آباد کا بیان ہے ۔ کہ گورنمنٹ ہند کی طرف سے نظام کو الٹی میٹم دیا گیا ہے ۔ جس میں حکومت کے خلاف زبردست الزامات عائد کر کے ان کی فوری اصلاح کا مطالبہ کیا گیا ہے ۔ ۲۰ اگست تک جواب مانگا گیا ہے ۔ الزامات یہ ہیں ۔ کہ تنخواہ نہ ملنے کی وجہ سے بھوکے مرتے ہیں ۔ عدالتیں رشوت لیتی ہیں ۔ نظام خود اپنے بھائیوں بہنوں اور لڑکوں اور زمینداروں کے ساتھ منصفانہ سلوک نہیں کرتے ۔ کئی لاکھ روپیہ ریاست کے خزانہ سے اسلامی پروپیگنڈا پر صرف کیا جاتا ہے ۔ اور یورپین افسران کو عمداً نکال دینے کی پالیسی کا یہ نتیجہ ہؤا ہے ۔ کہ ریاست کا انتظام خراب ہو گیا ہے ۔ اور انتظام کی خوبی میں فرق آگیا ہے معلوم ہؤا ہے ۔ کہ گورنمنٹ ہند نے اس الٹی میٹم میں حسب ذیل مطالبات کئے ہیں :- (الف) نظام نذرانہ لینا بالکل بند کر دیں (ب) جو تنخواہ دار نظام کے نام سے غلط طریقہ پر حکومت کرتے ہیں ۔ ان کو مناسب سزا دی جائے (ج) صدر باب حکومت ، شیر مال ریونیو ممبر اور ڈائرکٹر پولیس عہدہ ان پر فوراً انگریزوں کا تقرر کیا جائے (د) چھوٹے چھوٹے جاگیرداروں سے انصاف کیا جائے ۔ (ہ) ملک میں صحیح طریقہ حکومت قائم کیا جائے ؎

—— دہلی ۴ ر اگست ۔ کل رات بمبئی میل سے ہدایت اللہ خاں صاحب ولیعہد کابل پیرس سے کابل جاتے ہوئے دہلی پہنچے ۔ اسٹیشن پر دہلی کے ہندو مسلمانوں نے آپ کا پرتپاک استقبال کیا ۔ شہزادہ صاحب نے جو انگریزی اور اردو بالکل نہیں جانتے اپنے پرائیویٹ سیکرٹری کی معرفت شکریہ ادا کیا ۔ آپ ۵ سال پیشتر ۵۰ افغانی طلباء سمیت پیرس میں تعلیم کے لئے گئے تھے ۔ اب دس طلباء کے ساتھ اپنے وطن کو دو ماہ کی رخصت پر جا رہے ہیں ۔ اس کے بعد پھر پیرس کالج کی تعلیم کے لئے جائیں گے ؎

—— دہلی ۔ ۲ ر اگست ۔ آج ہندو مسلمانوں میں فساد ہو جاتا ۔ لیکن پولیس کی بروقت مداخلت کی وجہ سے رک گیا ۔ کہا جاتا ہے ۔ کہ لوگ گھنٹہ گھر کے پاس یکایک جمع ہونے لگے ۔ اور ایک نوجوان ہندو لڑکی اور لڑکے کو ہندو اپنی طرف اور مسلمان اپنی طرف کھینچ رہے تھے ۔ پولیس نے فوراً موقعہ پر پہنچکر لڑکے اور لڑکی کو اپنے قبضہ میں کر لیا ۔ کہا جاتا ہے ۔ کہ ایک بوڑھے شخص کو بوجہ ڈاڑھی کے مسلمان سمجھا گیا ۔ اور اس کے متعلق یہ افواہ اڑی ۔ کہ وہ ایک ہندو لڑکے اور لڑکی کو بھگائے لئے جا رہا تھا ۔ تحقیقات سے معلوم ہؤا ۔ کہ وہ ہندو ہے اور لڑکا اس کا بھتیجا اور لڑکی اس کے بھتیجے کی بیوی ہے ۔ جو مسلمان لڑکا اس کے ساتھ تھا ۔ وہ اس کے دوست کا لڑکا تھا ۔ یہ لوگ مین پوری سے سیر و تفریح کے لئے آئے تھے ؎

—— بمبئی کی اطلاع سے ظاہر ہوتا ہے ۔ کہ ریاست پالیتانا نے جینی جاتریوں پر ٹیکس لگانے کا فیصلہ کیا ہے ۔ جینی اس فیصلہ سے سخت ناراض ہیں ۔ اور اس کے لئے وہ ستیاگرہ تک کرنے کو تیار ہیں ۔ آل انڈیا جین کانفرنس نے ایک ریزولیوشن پاس کر کے گورنمنٹ سے ایک کمیشن مقرر کئے جانے کی درخواست کی ہے ۔ تاکہ وہ جینیوں کے حقوق کے متعلق تحقیقات کرے ۔ اور ریاست مذکورہ سے مسلسل تنازعات کے انسداد کی تدبیر اختیار کرے ؎

—— معلوم ہؤا ہے ۔ کہ سر ہیوبرٹ ہیٹمین اور لالہ مراری لال بیرسٹر راولپنڈی کے ان مقدمات فسادات کے لئے جو مسٹر کیو خاص مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش ہیں ۔ خاص سرکاری وکیل مقرر کئے گئے ہیں

—— مدراس ۔ پولیس نے ایک دس گیارہ سالہ لڑکے کو قتل کے الزام میں گرفتار کیا ہے ۔ کہا جاتا ہے ۔ کہ اس لڑکے کا کنوئیں پر پانی بھرتے ہوئے ایک عورت سے تکرار ہو گیا ۔ عورت نے لڑکے کا برتن پھوڑ دیا ۔ جس سے مشتعل ہو کر لڑکے نے موقع ملنے پر اس عورت کے ایک بچہ

(منشی عبد الرحمٰن کشمیری قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا)